حیاتِ انبیاء

افادات

حضرت العلام

مولانا اللہ یار خان صاحب مدظلہ

مرتبہ

حافظ عبدالرزاق ایم۔اے

ناشر:۔ ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان

منارہ ضلع جہلم

حیاتِ انبیاءؑ

افادات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب مدظلہ

مرتبہ

حافظ عبدالرزاق ایم۔ اے

ناشر

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، دارالفرقان
منارہ ضلع جہلم

بار دوم ———— تعداد ۱۰۰۰

نام کتاب ———— حیات انبیاء

مصنف ———— حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب دامت برکاتہم

مرتبہ ———— حافظ عبدالرزاق - ایم۔ اے

ناشر ———— ادارہ نقشبندیہ اویسیہ چکوال

طابع ———— عکاس پرنٹرز پشاور

تاریخ اشاعت ———— ستمبر ۱۹۸۲ء

کتابت ———— علاؤالدین سلیمی ۳۲/۱ اردو بازار لاہور

قیمت : دس روپے

فہرست

صفحہ نمبر

تعارف

انسان جب اعتدال کی راہ سے ہٹ جائے تو لازماً افراط یا تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں حقیقت آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ بدقسمتی سے حیات انبیاءؑ یا حیات بعد موت ایسی حقیقت ہے جس کی نشاندہی خود خالق انسان نے فرما دی کہ بل احیاء اور ساتھ ہی اس حیات کی کیفیت کا کھوج لگانے کی سعی لاحاصل میں اپنی قوتوں کو صرف کرنے سے روکنے کے لیے اعلان فرما دیا کہ ولکن لا تشعرون۔ مگر انسان بھی خالق کے مقابلے میں اس جرأت کا اظہار کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ اس کا شعور حاصل کر کے رہوں گا اور جب ایسا ہونا ممکن نہیں تو ظاہر ہے کہ اسے شعور حاصل نہیں ہو سکتا مگر اس پر اپنی کسی نارسائی کا اعتراف کرنے کی جگہ اس حقیقت کا انکار کرنے کی حماقت کر بیٹھتا ہے۔ یہ حرکت اگر اتفاقاً ہو جائے تو خیر قابل درگزر رہی بھی مگر ہماری انتہائی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ حماقت اب عام ہو گئی ہے اور لطف یہ کہ اس پر فخر اور ناز بھی ہوتا ہے اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے خلاف محاذ آرائی سے روکنے کی کوئی تدبیر کی جائے۔ یہ کتاب اسی کوشش کی ایک صورت ہے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ

مرتب

موت وحیات

موت وحیات کے الفاظ کا مفہوم ہر انسان کے ذہن میں مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔ عام اور سطحی مفہوم یہ ہے کہ جب تک سانس کی آمد و شد کا سلسلہ قائم ہے اسے زندگی کہتے ہیں اور جب یہ سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اس حالت کو موت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترکیب
موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

مگر اس مفہوم سے ہٹ کر ان الفاظ کا دوسرا اور حقیقی مفہوم بھی ہے۔ آیئے قرآن حکیم سے اس مفہوم کا کھوج لگائیں۔

قرآن مجید کی دو آیات میں موت وحیات کا ذکر ایک ساتھ اور تقابلی انداز میں ہوا۔

۱۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔

۲۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔

یہ دونوں آیتیں شہدائے بدر و احد کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ جب کفار و مشرکین عرب نے اپنی قوم کے جذبات کو برانگیختہ کرکے انہیں دین اسلام کی مخالفت پر آمادہ کرنے کی مہم چلائی تو یہ شور مچانا شروع کیا کہ دیکھو قوم کے نوجوان

قوم کا قیمتی سرمایہ ان لڑائیوں میں لٹ گیا۔ انہوں نے خواہ مخواہ اپنی جانوں کو ہلاک کیا انہیں جوانی کی بہاریں دیکھنے اور جوانی کے مزے لینے کی فرصت ہی نہ ملی اور تباہ و برباد ہو گئے تو رب العالمین نے ان کے جواب میں اور شہداء کی شان میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

پہلی آیت میں تاکید فرمائی کہ اپنی زبان پر بھی یہ لفظ نہ لاؤ کہ وہ مر گئے ہیں۔ وہ تو زندہ ہیں۔ دوسری آیت میں اس سے آگے بڑھ کر سوچ اور خیال پر پابندی عائد کر دی کہ اس انداز سے سوچنا بھی غلط ہے کہ وہ مر گئے۔ یعنی یہ تعلیم دی کہ مومن کی زبان اور اس کے انداز فکر میں یہ عقیدہ راسخ ہونا چاہیئے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں ان کی حیات کے عقیدہ کا تعلق صرف زبان تک نہ ہو بلکہ دل کی گہرائیوں میں یہ حقیقت راسخ ہو جائے۔ کہ وہ زندہ ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں دو جملوں کے درمیان "بل" کا لفظ واقع ہوا ہے جس کی اصل وضع اعراض کے لئے ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب "بل" کے بعد جملہ ہو مفرد نہ ہو تو بل پہلے جملے کا ابطال کرے گا اور دوسرے جملہ کا اثبات کرے گا یا یوں کہیئے کہ اس سے مقصد انتقال من الغرض الی غرض آخر ہو گا یہ دونوں یعنی ابطال اول و اثبات ثانی اور ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف انتقال اس کے نوع ہیں۔ پہلے کی مثال بل عباد مکرمون دوسرے کی مثال بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا ہے ان دونوں مثالوں میں بل کا لفظ اضرابیہ ابطالیہ ہے اور عاطفہ اور ان دونوں آیتوں میں کلام قصری ہے اور قصر قلب ہے۔ دونوں جملوں میں قصر موصوف کا صفت پر ہے چونکہ مشرکین و منافقین شہداء کو جو موصوف ہیں صفت موت پر بند کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے قصر قلب کر دیا اور موصوف کو دوسری صفت پر بند کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم اموات اللہ تعالیٰ نے فرمایا بل ھم احیا یعنی مشرکین نے

انہیں صفت موت پر بند کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے صفت حیات پر۔

طرقِ قصر میں سے ایک قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے۔ چونکہ متکلم کلام قصری صرف خطا و ثواب میں امتیاز کرنے کے لئے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے عقیدہ میں ثواب و خطا اور حق و باطل کے درمیان جو غلطی یا غلط فہمی واقع ہو چکی ہے وہ نکل جائے اور قصر بالعطف میں بالخصوص اس تصریح کا ترک کرنا جائز ہی نہیں۔

ان دونوں آیتوں کے نزول سے واضح ہو گیا کہ منافقین اور مشرکین اس غلط عقیدہ کا شکار تھے کہ وہ مر گئے اور موت ان کے نزدیک عدمی چیز تھی۔ یعنی وہ بالکل نابود ہو گئے۔ اس اعتقاد کا رد متکلم بلیغ نے یوں فرمایا کہ اول ولا تقولوا اموات بل احیاء۔ دوم ولا تحسبن اموات بل احیاء یعنی موت کی نفی واضح الفاظ میں فرما دی۔

ان آیتوں میں موت کی نفی اور حیات کا اثبات تو ہو گیا مگر دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بدر اور احد کے میدان میں صحابہ شہید ہوئے۔ جنازے ہوئے دفن ہوئے اور خود قرآن مجید ان کا قتل ہونا واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے تو اس عقدے کا حل کیا ہے۔ اس حل تک پہنچنے سے پہلے چند حقائق کی وضاحت ضروری ہے۔

۱۔ قتل کون ہوا؟ ظاہر ہے کہ تلوار نیزہ تیر وغیرہ کا نشانہ یہ بدن ہی تو بنا جو گوشت پوست ہڈی اعصاب وغیرہ کا مجموعہ ہے۔ جو بدن نشانہ بنا وہی قتل ہوا اور منافقین نے بھی اسی کو مقتول، میت اور مردہ کہا۔ قرآن حکیم نے احیاء یعنی زندہ اسی کو کہا جو قتل ہوا۔ ظاہر ہے کہ روح پہ نہ تلوار چلی نہ زخم آیا نہ مری اس لئے روح پر لفظ احیاء کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جسم مثالی بھی نہ قتل ہوا نہ زخمی ہوا۔

نہ دفن ہوا تو احیاء کا اطلاق اس پر بھی نہیں ہو سکتا لہذا جسم قتل ہوا مقتول ہی دفن ہوا اور مقتول ہی کو قرآن کریم نے احیاء قرار دیا ہے۔

نفس آیت کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ظاہر ہے کہ یقتل فعل کا فاعل ضمیر ھو ہے جس کا مرجع "من" موصولہ ہے۔ جس پر فعل قتل واقع ہوا۔ اسی مقتول کے حق میں فرمایا۔ بل احیاء۔ ای بل ھم احیاء۔ ضمیر ہم کا مرجع بھی "من" موصولہ ہے۔ چونکہ باعتبار لفظ کے "من" مفرد ہے اور باعتبار معنی کے جمع ہے لہذا دونوں کا مرجع بن سکتا ہے۔ سو آیت قرآنی کا اپنا واضح مفہوم یہ ہے کہ "من" موصولہ سے جو مراد ہے جس پر بوجہ قتل کے موت واقع ہوئی وہی بل احیاء یعنی زندہ ہے۔ لہذا دونوں آیات قرآنی کا تعلق حیات بدن وجسد عنصری ظاہری سے ہے۔ ان میں حیات روح کا اشارہ تک نہیں۔ یہاں مقتول بدن کے حالات بیان ہوئے روح کا ذکر نہیں۔

اب ہم پوری آیت نمبر ۲ کے الفاظ پر غور کرتے ہیں الفاظ یہ ہیں۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم۔ یرزقون فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم۔

آیت میں انسانوں کے قول کا مقولہ "امواتا" رد کیا گیا اور فرمایا اصل مقولہ ہم احیاء ہے۔ پھر حیات کے دلائل دیئے۔

۱۔ یرزقون: یعنی وہ صرف زندہ نہیں بلکہ ان کی حیات کو قائم رکھنے کے لئے انہیں رزق دیا جاتا ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غذا یا رزق صرف زندہ لوگ ہی کھاتے ہیں۔

۲۔ احیاء عند ربھم: ظاہر ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ زندہ ہے۔ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق اس لئے

ولما کان بدن المقتول الشہید عند اللہ باقٍ فہو حی بصیر ودتہ فی ملک الباقی بدن شہید اللہ کے پاس ہے پس وہ زندہ ہے۔

۳۔ فرحین بما آتٰہم اللہ: خوشی اور غم دونوں زندوں کی صفات ہیں مردوں کی نہیں

۴۔ یستبشرون بالذین: اس امر کی خوشی کہ ہمارے بھائی بھی بہت جلد شہید ہو کر ہمارے پاس آجائیں گے۔

یہاں الذین سے مراد بدن ہے یا روح۔ تو جس طرح قُتلوا کا نائب فاعل بدن ہے۔ ہم اموات سے مراد بدن ہیں۔ ہم احیاء سے مراد بدن ہیں عند ربہم ضمیر کا مرجع بدن ہیں یرزقون کا نائب فاعل بدن۔ بما آتٰہم ضمیر کا مرجع بدن یستبشرون کا فاعل بدن اور لم یلحقوا بہم ضمیر کا مرجع بھی ابدان ہیں تو آیات قرآنی سے مقتولین کے بدنوں کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ حیات روح کا آیات میں اشارہ تک نہیں۔ حیات روح اور حالات روح سے ساکت ہے لیکن عدم ذکر روح سے عدم روح لازم نہیں آئے گا۔ اسی طرح یہ سوال بھی غلط ہوگا کہ اگر بدن کو زندہ مان لیا جائے تو اس کے مال میراث میں تقسیم جاری نہ ہوگی اس کی منکوحہ نکاح ثانی نہ کرے گی کیونکہ نکاح و میراث کا تعلق حیات دنیا سے ہے اور ان کی زندگی کا تعلق برزخ سے وہ ملک ہی دوسرا ہے اس کے احکام دوسرے ہیں۔

ایک اور سوال یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء سے پوچھتا ہے مانگو جو چاہتے ہو وہ کہیں گے اللہم ادرنا انک اعدت ارواحنا منا فی اجسادنا حتی نقاتل فنقتل مرۃ اخریٰ یعنی الٰہی ہماری روحوں کو ہمارے بدنوں میں لوٹا تاکہ ہم دوبارہ آپ کی راہ میں لڑ کر شہید ہوں" اس لئے

جسم زندہ ہوتا تو روح کو لوٹانے کی درخواست کیوں کرتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بلغاء کے نزدیک کلام میں آخری جملہ مقصود بالذات ہوتا ہے علم معانی کا قانون ہے کہ کلام منفی صفت پر وارد ہو کر اس صفت کو اڑاتی ہے جیسے ما جاءنی زید راکبا مطلب یہ ہے سوار ہو کر نہیں آیا یہ نہیں کہ سرے سے آیا ہی نہیں ما رأیت زیدا اکلا یعنی میں نے زید کو کھاتے ہوئے نہیں دیکھا یہ نہیں کہ مطلق دیکھا ہی نہیں اسی طرح اس حدیث کے آخری الفاظ پر غور کرنے سے بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ حتیٰ نقاتل فنقتل مرۃ اخری یعنی ارواح کو اس طرح لوٹا کہ ہم دنیا میں جا کر جہاد کر سکیں اس سے برزخ میں عود روح الی الجسد کی نفی نہیں ہے۔ [در اصل کلام الٰہی میں جو قیودات ہوتی ہیں کلام میں مقصود بالذات رہی ہوتی ہیں جیسے آیت مذکورہ میں یرزقون، فرحین، اور یستبشرون کی قیود]

مولانا سجاد صاحب نے اقامۃ البرہان صـ ۱۰۵ پر لکھا ہے کہ "قرآن کی تفسیر وہ معتبر ہوگی جو خود رسول کریمؐ نے کی یا صحابہ کرام یا تابعین خیر القرون نے کی" اصول تو صحیح ہے مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ آپ نے یہ اصول بتا دینے کے بعد صـ ۱۲۹ تک جو دلائل پیش کئے ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ ارواح شہداء طیور کے قالبوں میں ہوتے ہیں اور جنت سے کھاتے ہیں یعنی ان کے دعوے اور دلیل میں دور کی نسبت بھی نہیں جو عبارتیں سجاد صاحب نے پیش کی ہیں ان میں تقریب تام نہیں۔ دلائل کے مطابق دعویٰ نہیں۔ ان عبارتوں میں قرآن کی ان دو آیتوں کی تفسیر کی طرف اشارہ تک نہیں۔ ان عبارتوں میں تو روح کے برزخی حالات مذکور ہیں ان میں مقتول شہید کے بدن کا ذکر تک نہیں اور قرآن مجید میں بدن مقتول کی حیات کا ذکر ہے اور قرآن میں یہاں عدم ذکر روح سے عدم روح یا عدم حیات روح لازم نہیں آتا اسی طرح حدیث میں عدم ذکر حیات بدن سے عدم حیات بدن لازم نہیں آتا قرآن نے حیات بدن بیان کی حدیث نے حیات

روح بیان کی اگر قرآن کی تفسیر ہوتی تو یوں ہونا چاہیئے تھا بل ارواحھم احیاء عند ربھا یا بل ارواحھم احیاء عند ربھا فی اجسام المثالیۃ اذالیس فدنیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جس طرح روح قتل نہیں ہوئی اسی طرح آپ کا فرضی اور مصنوعی جسم مثالی بھی قتل نہیں ہوا اس لئے بل احیاء میں حیات اس کے لئے ہے جس پر موت بوجہ قتل فی سبیل اللہ واقع ہوئی جسم مثالی نے نہ جہاد کیا۔ نہ قتل ہوا پھر عالم برزخ اور جنت میں انعام، ثواب تلذذ کا مستحق جسم مثالی کیونکر ٹھہرا عجیب انصاف ہے۔ مشقت کوئی اٹھائے اور انعام دوسرے کو ملے۔ جو لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے برزخ میں جسم مثالی تسلیم کرتے ہیں وہ بعد از انتقال انبیاء کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک برزخ میں جسم مثالی۔ نبی ہو گا۔

ان آیات میں یقتل، قتلوا۔ یرزقون وغیرہ فعلوں کا فاعل جسم مثالی نہ تو رسول کریم ؐ نے کہا نہ صحابہ نے نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے نہ مفسرین محدثین اور مجتہدین نے۔ ہاں ایک مختصر سے مبتدعین اور ملحدین کے گروہ نے قرآن کے الفاظ کے اندر اپنی طرف سے من مانے معانی داخل کرنے کی ذلیل کوشش کی ہے جو درخور اعتنا نہیں۔ اس سلسلے میں صالحین کی چند تصریحات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) تفسیر کشاف ۱: ۴۲۹ زیر آیت ولا تحسبن الذین قتلوا الخ

ھم احیاء لدلالۃ السلام علیھا قولہ تعالیٰ یرزقون کسائر الاحیاء یأکلون ویشربون دھو تاکید لکونھم احیاء ووصف حالھم التی ھم علیھا من التنعم برزق اللہ تعالیٰ۔

"یعنی وہ یوں زندہ ہیں کہ انہیں اسی طرح رزق دیا جاتا ہے جیسا تمام زندوں کو دیا جاتا ہے کہ کھاتے پیتے ہیں۔ لفظ یرزقون ان کی زندگی کے وصف کی تاکید ہے۔ اللہ کے رزق سے انعام پانے کی جس حالت میں وہ ہیں اس کی تاکید کرتا ہے۔"

(۲) ابن ماجہ ۱: ۱۱۸ بسند جید مروی ہے۔

نبی اللہ حی یرزق۔ اس کی شرح میں مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ترجمان حنفیت ملا علی القاری نے لکھا ہے۔

ولا منافیہ ان یکون هناک رزق حسی ایضا وهو الظاهر المتبادر رواہ ابن ماجہ باسناد جید نقلہ میرک عن المنذری ولہ طرق کثیرۃ بالفاظ مختلفۃ

"اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ رزق سے مراد حسی اور مادی رزق ہو جیسا کہ قرآن کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے اس حدیث کو ابن ماجہ نے سند جید سے ذکر کیا ہے میرک نے محدث منذری سے نقل کیا ہے اس حدیث کے اور بھی اسناد اور طرق ہیں۔"

(۳) تفسیر قرطبی ۲: ۲۷۰

بل احیاء دلیل علی حیاتهم وانهم یرزقون ولا یرزق الا حی

"بل احیاء ان کی حیات کی دلیل ہے اور یہ کہ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ رزق زندہ کو ہی دیا جاتا ہے۔"

(۴) بخاری ۲: ۹۱۴

عن عدی بن ثابت قال سمعت البراء قال لما مات ابراهیم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لہ مرضعا فی الجنۃ"

"عدی بن ثابت کہتے ہیں میں نے براء سے سنا فرمایا جب ابراہیم کی وفات ہوئی تو حضور اکرم ؐ نے فرمایا کہ ابراہیم کے لئے جنت برزخی میں دودھ پلانے والی موجود ہے"

صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم کے لئے دنیا میں بدن عنصری کے لئے دودھ ہی مادی غذا تھا۔ بعد موت برزخ میں بھی اسی بدن کو وہی حسی غذا ملی جسم مثالی کے لئے تو دودھ کی حاجت نہ تھی جس بدن ابراہیم پر موت واقع ہوئی۔ دودھ پلانے والی اسی کو دودھ پلانے پر مقرر ہوئی۔

(۵) بخاری ۱ : ۲۶۳ حضور ؐ نے صحابہ کو صوم وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے کہا۔

انک تواصل یا رسول اللہ قال انی لست کاحدکم انی یطعمنی ربی ویسقینی۔

دوسری روایت یہ ہے ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ویسقین کسی حدیث میں ہے انی لست مثلکم انی اطعم واسقی

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اکرم ؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غذا کھانے پینے کو ملتی تھی اور غذا بدن مادی کو درکار ہوتی ہے اسی غذا سے خون پیدا ہوتا ہے۔ بدن میں طاقت آتی ہے وہی غذا جو حضور کو ملتی تھی اسی کی وجہ سے خون اور طاقت قائم رہتی تھی۔ بدن کمزور نہیں ہوتا اور وہ غذا کسی کو نظر بھی نہیں آتی تھی یہی حال شہداء کے بدنوں کا ہوتا ہے۔ مادی اور حسی غذا انہیں ملتی ہے اور غذا کی خاصیت ہے کہ خون پیدا ہو اور بدن کی طاقت بحال رہے۔

(۹) سیرت ابن ہشام مع روض الانف ۱: ۳۵

ان رجلا من اہل نجران کان فی زمن عمر بن الخطاب حضر خربتہ من خرب نجران لحاجتہ فوجدوا عبداللہ بن تامر تحت دفن منہا قاعدا واضعا یدہ علی ضربتہ فی رأسہ ممسکا علیہا بیدہ فاذا اخرت یدہ عنہا تنبعث دما واذا ارسلت یدہ ردہا علیہا فامسکت دمہا۔

"حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں نجران کے ایک آدمی نے ایک غیر آباد زمین میں گڑھا کھودا اس میں عبداللہ بن تامر شہید کو پایا کہ سر کے زخم پر ہاتھ رکھا تھا جب ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہنے لگا جب ہاتھ چھوڑا تو زخم پر رکھ دیا اور خون بند ہو گیا۔

اس سے پہلے ص۳۴ پر فرمایا کہ عبداللہ بن تامر کے واقعہ کی تصدیق قرآن کریم میں موجود ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الخ اور اس کی تصدیق شہدائے احد کے واقعہ سے ہوتی ہے یصدقہ قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا الخ وما وجد فی صدر ہذہ الامۃ من شہداء احد وغیرہم علی ہذہ الصورۃ ولم یتغیروا بعد الدہور الطویلۃ کحمزۃ بن عبدالمطلب فانہ وجد حین حضر معاویۃ العین صحیحا لم یتغیروا صابت الناس اصبعہ فدمیت وکذلک ابوجابر عبداللہ بن حرام وعمر وبن الجموح وطلحۃ بن عبیداللہ الی ان قال فاستخرجتہ من موضعہ بعد ثلاثین سنۃ لم یتغیر ذکرہ ابن قتیبہ فی المعارف والاجنا

بذلک صحیحۃ۔

"اس کی تصدیق شہدائے احد کے واقعہ سے ہوتی ہے جو امت محمدیہ کے قرن اول میں پیش آیا اس کی صورت یہ ہوئی کہ طویل زمانہ گزرنے کے باوجود ان کے بدن متغیر نہیں ہوتے اسی طرح جب امیر معاویہ نے چشمہ کھودا تو حضرت امیر حمزہ کا وجود ملا۔ ان کے بدن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ جب ان کی انگلی پر بیلچہ لگا تو خون بہنے لگا اسی طرح عبداللہ بن حرام کے والد، عمر بن جموح اور طلحہ بن عبید اللہ کہ ان کو ۴۰ برس کے بعد نکالا گیا تو بدن صحیح وسلامت تھے کوئی تغیر نہیں آیا تھا اس کو ابن قتیبہ نے معارف میں ذکر کیا ہے۔ یہ سب روایات صحیح ہیں۔"

(۷) فتح القدیر ۱: ۳۹۹ علامہ شوکانی جن کو غیر مقلد ابن تیمیہ کے بعد دوسرے نمبر پر سمجھتے ہیں۔

معنی الآیۃ عند الجمہور انہم احیاء حیاۃ محققۃ ثم اختلفوا فمنہم من یقول انہا ترد الیہم ارواحہم فی قبورہم فیتنعمون وقال مجاھد یرزقون من ثمر الجنۃ وذھب من عدا الجمہور الی انہا حیاۃ مجازیۃ والصحیح اول ثم قال والمراد بالرزق ھنا الرزق المعروف فی العادات علی ماذھب الیہ الجمہور کما سلف ...... والحمل علی المجازاۃ بعیدۃ .... والمراد بما اتاھم اللہ ما ساقہ اللہ الیہم من الکرامت بالشہادۃ وما صاروا فیہ من الحیاۃ وما یصل الیہم من رزق اللہ

"جمہور کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ شہداء زندہ ہیں۔ یہ زندگی

بذلک صحیحة۔

" اس کی تصدیق شہدائے احد کے واقعہ سے ہوتی ہے جو امت محمدیہ کے قرن اول میں پیش آیا اس کی صورت یہ ہوئی کہ طویل زمانہ گزرنے کے باوجود ان کے بدن متغیر نہیں ہوتے اسی طرح جب امیر معاویہ نے چشمہ کھودا تو حضرت امیر حمزہ کا وجود ملا۔ ان کے بدن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ جب ان کی انگلی پر بیلچہ لگا تو خون بہنے لگا اسی طرح عبداللہ بن حرام کے والد، عمر بن جموح اور طلحہ بن عبید اللہ کہ ان کو ۴۰ برس کے بعد نکالا گیا تو بدن صحیح وسلامت تھے کوئی تغیر نہیں آیا تھا اس کو ابن قتیبہ نے معارف میں ذکر کیا ہے۔ یہ سب روایات صحیح ہیں "

(۷) فتح القدیر ۱ : ۳۹۹ علامہ شوکانی جن کو غیر مقلد ابن تیمیہ کے بعد دوسرے مجتہد سمجھتے ہیں۔

معنی الآیة عند الجمهور انهم احیاء حیاة محققة ثم اختلفوا فمنهم من یقول انها ترد الیهم ارواحهم فی قبورهم فیتنعمون وقال مجاهد یرزقون من ثمر الجنة وذهب من عدا الجمهور الی انها حیاة مجازیة والصحیح اول ثم قال والمراد بالرزق هنا الرزق المعروف فی العادات علی ما ذهب الیه الجمهور کما سلف ...... والحمل علی المجازاة بعیدة .... والمراد بما آتاهم الله ما ساقه الله الیهم من الکرامات بالشهادة وما صاروا فیه من الحیاة وما یصل الیهم من رزق الله

" جمہور کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ شہداء زندہ ہیں۔ یہ زندگی

حقیقی ہے پھر بعض علماء نے اختلاف کیا ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ موت کے بعد ارواح کو قبروں میں ان کی طرف لوٹایا جاتا ہے کہ وہ کھاتے پیتے اور لذت اٹھاتے ہیں اور مفسر مجاہد کا قول ہے کہ انہیں جنت کے پھلوں سے رزق ملتا ہے جمہور کے خلاف بعض کا کہنا ہے کہ یہ زندگی مجازی ہے مگر پہلا قول صحیح ہے۔ پھر یہاں رزق سے مراد ہی معروف عادی رزق ہے جو حسی ہے لوگ دنیا میں کھاتے ہیں جیسا کہ جمہور سلف کا مذہب ہے۔۔۔ اُسے مجازی رزق پر محمول کرنا بعید ہے۔۔۔۔ حق یہ ہے کہ رزق حسی مادی ہے جس سے ان کے بدن میں خون پیدا ہوتا ہے ما انعم اللہ سے جو حیات حقیقی برزخ میں عنایت فرمائی اور رزق بھی عنایت فرمایا"

یہ خیال رہے کہ یہ رزق حسی اہل برزخ کے نزدیک حسی ہوگا اہل دنیا کے ہاں وہ حسی نہیں ہوگا

مولوی محمد حسین نیلوی صاحب نے ندائے حق میں کہا ہے بل احیاء عند ربھم یرزقون میں ضمیر دال بر ذات ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ حسب زعمھم روح مع جسد عنصری کو رزق ملتا ہے پھر صحابہ کرام سے بطریق تواتر جو حدیث آئی ہے اس کے کیا معنیٰ ہیں کہ جعل ارواحھم فی اجواف طیر خضر الخ (ص ۸۶)

اس غلط فہمی کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر نہیں ہے آیت تو نص صریح ہے اس میں رزق بدن عنصری میں بدن عنصری کا بیان ہو رہا ہے حدیث میں انعام روح کا جدا بیان ہے۔ سوال یہ تھا کہ جنت میں بدن کو بغیر روح کے انعام ملتا ہے یا نہیں تو جواب ملا ہاں ملتا ہے نیز اس حدیث

کو متواتر کہنا سینہ زوری ہے۔ کسی نے اس کو متواتر نہیں کہا۔ آپ اسے متواتر کہہ بھی دیں تو آپ کے مؤقف کو مفید نہیں کیوں کہ آپ لوگ شفاء الصدور ص۱۶۳ پر حدیث کا انکار کر چکے ہیں اور لکھا ہے کہ کوئی حدیث متواتر نہیں نہ کوئی حدیث صحیح ہے۔

(۸) مؤطا امام مالک ص۱۸۰

عن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعۃ انہ بلغہ ان عمرو بن الجموح وعبداللہ بن عمرو الانصاریین ثم السلمیین کانا قد حفر السیل من قبرھما مایلی السیل وکانا فی قبر واحد وھما ممن استشھد یوم احد فحفر عنھما لیغیرا من مکانھما فوجدا لم تیغیرا کانھما ماتا بالامس وکان احدھما قد جرح فوضع یدہ علی جرحہ فدفن وھو کذلک فامیطت یدہ عن جرحہ ثم ارسلت فرجعت کما کانت وکان بین احد وبین یوم حفر عنھما ستۃ واربعون سنۃ

"عمرو بن الجموح اور عبداللہ انصاری دونوں سلمی قبیلہ کے تھے سیلاب نے ان کی قبریں ننگی کر دیں دونوں ایک قبر میں مدفون تھے اور دونوں شہدائے احد میں سے تھے ان کی قبریں کھودی گئیں کہ میت دوسری جگہ منتقل کریں تو ان کے جسموں کو اس حالت میں پایا جیسے کل دفن ہوئے ہوں کوئی متغیر نہیں تھا ان میں سے ایک زخمی ہوا تھا زخم پر اس کا ہاتھ تھا اس کا ہاتھ ہٹایا گیا جب ہاتھ کو چھوڑا تو لوٹ کے زخم پر آ گیا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب واقعہ احد کے بعد ۴۶ برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔"

(۹) فتح الباری ۳ : ۱۴۲ عمرو بن جموح اور عبداللہ انصاری کے واقعہ کے مزید شواہد کے طور پر۔

وکان بین احد ویوم حفرھما ست واربعون سنۃ۔۔۔۔ کانھما دفنا بالامس ولہ شاھد باسناد صحیح عند ابن سعد من طریق ابی الزبیر عن جابر واخرج الطبرانی من طریق عثمان بن حفص عن ابی سلمہ بلفظ وھو کیوم دفنتہ ۔۔۔ وفیہ کو امتہ یکون الارض لم تبل جسدہ مع لبثہ فیھا والظاھر ان ذلک لمکان الشھادۃ۔

(۱۰) تفسیر خازن ص ۲۲۸

عن عبداللہ بن ابی بکر ان خربتہ احتفرت فی زمن عمر بن الخطاب فوجدوا عبداللہ بن تامر واضعا یدہ علی ضربتہ فی راسہ اذا احیطت عنھا انبعث دما واذا ترکت ردت مکانھا

(۱۱) یہی عبارت معالم التنزیل ص ۲۲۹ پر درج ہے۔

آیت قرآنی کی تفسیر میں یہ سب نکات و واقعات صاف ظاہر کرتے ہیں کہ شہداء کو جو رزق برزخ میں ملتا ہے اس سے ان کے اجسام کی حیات قائم رہتی ہے جسم گلتے سڑتے نہیں۔ رگوں میں خون دوڑتا ہے اور یہ سب رزق حسی کی بدولت ہوتا ہے۔

(۱۲) عقیدۃ السفارینی ۲ : ۴۳

فان اللہ تعالیٰ ارسل جبرائیل فقبض قبضتہ من

الارض ثم خمرها حتی صارت طینا ثم صوره ثم نفخ فیه الروح بعد ان صوره فلما دخلت الروح فیه صار لحما ودما حیا

"جب اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیجا انہوں نے مٹھی بھر مٹی لی اسے خوب گوندھا۔ پھر اس کی صورت بنائی۔ پھر روح پھونکی۔ جب روح اس بدن کی صورت میں داخل ہوئی تو وہ گوشت اور خون والا زندہ آدمی بن گیا"۔

"معلوم ہوا کہ خون اور گوشت کے لئے بدن کے ساتھ روح کے تعلق کی ضرورت ہے۔ بغیر روح کے بدن میں خون اور گوشت کا موجود ہونا محال ہے"

بدن کے لئے غذا کی ضرورت ہے ورنہ بدن خشک ہو جاتا ہے۔ خون باقی نہیں رہتا۔ اس لئے ان شہداء کے وجود سے روح کا قوی تعلق تھا اور غذا بھی حسی مادی ملتی تھی ورنہ بدن میں تازہ خون کہاں سے آتا اور بدن کیسے محفوظ رہتا۔

(۱۳) عقیدۃ السفارینی ۲ : ۲۹

ان الموت لیس لعدم محض وانما هو انتقال من حال الی حال ویدل علی ذلک ان الشهداء بعد موتهم وقتلهم احیاء عند ربهم یرزقون فرحین وهذه صفة الاحیاء فی الدنیا واذا کان هذا فی الشهداء کان الانبیاء بذلک احق واولی۔

"حقیقت یہ ہے کہ موت عدم محض نہیں بلکہ موت نام ہے ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا اور اس پر شہداء کا وجود دلالت کرتا ہے کہ شہداء بعد موت اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں رزق کھاتے

ہیں، خوش ہیں اور یہ دنیوی زندگی کے اوصاف ہیں۔ جب شہداء میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں تو انبیاء میں بدرجہ اولیٰ پائے جاتے ہیں۔

(۱۴) اکلیل شرح مدارک التنزیل ۲ : ۲۹

بل احیاء۔ حیاۃ الشھداء ثابتۃ فی الآیات والاحادیث و قد اختلفوا فیھا و ذھب کثیر من السلف الی انھا حیاۃ حقیقیۃ بالروح والجسد و لکن لا ندرکھا و لا نعلم حقیقتھا و لانھا من احوال البرزخ التی لا یطلع علیھا۔

"شہداء کی حیات قرآن اور حدیث سے ثابت ہے پھر علماء نے اس حیات میں اختلاف کیا ہے سلف صالحین کی کثیر جماعت کا عقیدہ ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے روح اور جسد کے ساتھ ہے لیکن ہم اس حیات کا ادراک نہیں کر سکتے اور اس کی حقیقت معلوم نہیں کر سکتے کیوں کہ اس کا تعلق احکام برزخ سے ہے جو ہمارے ادراک سے باہر ہیں۔

(۱۵) روح المعانی ۲ : ۲۰

واختلف فی ھذہ الحیاۃ و ذھب کثیر من السلف الی انھا حقیقیۃ بالروح والجسد ولکنا لا ندرکھا فی ھذہ النشاۃ واستدلوا بالسیاق قولہ تعالیٰ عند ربھم یرزقون۔

"اس حیات شہداء میں اختلاف ہے اور سلف صالحین کی بڑی جماعت کا عقیدہ ہے کہ یہ حقیقی حیات ہے جو جسم مع روح سے ہے لیکن ہم اس دنیا میں اس حیات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اس کی دلیل آیت قرآنی کے سیاق سے لی ہے۔"

دوسرا قول ہے کہ حیات روحانی ہے مگر یہ قول مرجوح اور ضعیف ہے

المشہور ترجیح القول الاول۔

خیال رہے کہ جب جسد حقیقی یا جسد اصلی یا میت کا جسد بولا جائے تو جسد سے مراد جسد عنصری ہوتا ہے جو دنیا میں زندہ انسان کا ہوتا ہے جس پر موت وارد ہوتی ہے موت سے موصوف یہی جسد عنصری ہوتا ہے۔ ونسب والقول الاول، الی ابن عباس، قتادہ، مجاھد، والحسن وعمرو بن عبید، وواصل بن عطاء والجبائی والروحانی وجماعت من المفسرین۔ یعنی مفسرین کی یہ عظیم جماعت یہی عقیدہ رکھتی ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے جو جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہے۔

مولانا سرفراز صاحب نے روح المعانی سے یہ اقتباس پیش کیا تو قاضی شمس الدین صاحب ان پر خوب برسے (تسکین القلوب ص۵۰) کہ روح المعانی کی عبارت سے دھوکا دیا ہے۔ صاحب روح المعانی کا مسلک ہضم کر گئے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مولانا سرفراز صاحب نے حیات فی القبر کے اثبات کے لئے یہ عبارت پیش کی ہے انہوں نے علماء کے مسالک بیان نہیں کئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب کے ذہن سے وہ حصہ کیوں اتر گیا جو روح المعانی نے سلف کے مسلک کے بیان میں لکھا ہے پھر یہ کہ مسلک سلف مقدم ہے یا روح المعانی کا مسلک۔ سلف صالحین صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین تو شہداء کے لئے حقیقی حیات جسم مع الروح ثابت کر رہے ہیں اور آپ اس کے خلاف چل رہے ہیں آپ سلف کے مسلک کو ہضم کر جائیں تو مضائقہ نہیں اور جو شخص سلف صالحین کا مسلک بیان کرے وہ دھوکا باز۔ اندھیر ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں۔

(۱۶) شرح الصدور ص۸۵ مفسر ابن حبان کا قول۔

وذهب آخرون الی ان الشہید حی الجسد والروح ولا یقدم فی ذلک عدم شعورنا بہ ونحن نراھم علی صفۃ الاموات وھم احیاء کما قال تعالی وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وھی تمر مر السحاب وکما یرا النائم علی ھیئتہ وھو یری فی نومہ ما یتنعم بہ او یتألم قلت ولذا اللہ قال تعالی بل احیاء ولکن لا تشعرون فنبہ بقولہ ذلک خطابا للمؤمنین علی انہا لا یدرکون ھذہ الحیاۃ بالمشاھدۃ والحس ۔

" دوسری جماعت کہتی ہے کہ شہید جسد اور روح کے ساتھ زندہ ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں کہ ہم نہ سمجھ سکیں ہم ان کو مردہ سمجھتے ہیں اور وہ زندہ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو دیکھتا ہے کہ پہاڑ جمے کھڑے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں اور جیسے ایک سوتا آدمی کہ وہ نیند کی حالت میں خوشی اور غمی کے منظر دیکھتا ہے ہم اسے ویسے ہی پڑا پاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں ان کی اس حیات کا شعور نہیں گویا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تنبیہ فرمائی کہ وہ حیات تو ہے لیکن تم اسے حواس اور مشاہدہ سے نہیں سمجھ سکتے ۔"

ولکن لا تشعرون سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ عدم شعور کا تعلق حیات بدن سے ہے کیونکہ حیات روح کا تو سب کو علم ہے اور مشاہدہ یہ ہے کہ بدن قتل ہوئے دفن ہوئے میراث تقسیم ہوئی تو پھر زندہ کیسے ہیں اس لئے بتایا کہ بدن زندہ تو ہیں مگر تم نہیں سمجھ سکتے کیونکہ تم حواس اور مشاہدہ کے محدود دائرے سے باہر جا

نہیں سکتے اور برزخ کا عالم لطیف وہاں کے احکام لطیف مادی حواس لطیف مخلوق کا ادراک کیسے کرے۔

(۱۷) نیل الاوطار شوکانی ۳: ۲۱۱

وقد ثبت فی کتاب اللہ فی حق الشہداء انہم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیہم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء المرسلین۔

"قرآن کریم کی صریح آیت شہداء کی حیات کے متعلق وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے ان کی زندگی جسمانی ہے جب ان کے وجود زندہ ہیں تو انبیاء کرام کی حیات کی کیفیت کیا ہو گی"

قرآن کریم اور حدیث نبوی کے ذخیرہ میں بارہا تصریح سے بیان ہوا ہے کہ موت وحیات دونوں صفتیں یکے بعد دیگرے جسد عنصری کی ہیں۔ روح کے لئے تو موت سرے سے ہے ہی نہیں اس کے لئے حیات ہی حیات ہے اس حقیقت کو علامہ آلوسی نے اصول کے طور پر بیان کیا ہے۔

والصواب ان یقال موت الروح هو مفارقتها الجسد فان اريد بموتها هذا القدر فهي ذائقة الموت وان اريد انها تعدم وتضمحل فهي لا تموت بل تبقى مفارقته ماشاء الله (روح المعانی ۱۵: ۱۵۹)

"حق بات یہ ہے روح کی موت بس بدن سے جدا ہونا ہے (یعنی بدن سے اس کا تعلق تدبر اور تصرف کا توڑنا ہے تعلق تاثیر توڑنا نہیں) اس جدائی کا نام ذائقہ موت ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ روح معدوم ہو جاتی ہے یا مٹ جاتی ہے تو ایسی موت اس کے لئے نہیں بلکہ روح

ہمیشہ باقی رہتی ہے۔"

زندہ اسے کہا جاتا ہے جس کے بدن میں حیات ہو خواہ دخول فی البدن سے یا تاثیر و تعلق روح بالبدن سے۔ صرف روح کے زندہ ہونے کو زندہ نہیں کہا جاتا ہے کیونکہ روح تو ہوتی ہی زندہ ہے۔ روح محل موت نہیں نہ موصوف موت۔ نہ ورود موت ہے۔ روح تو کافر کی بھی مرتی ہے۔ پس ہر انسان کی زندگی کا معیار اس کا جسم ہے جسم زندہ ہے تو اسے زندہ کہیں گے جسم مردہ ہے تو مردہ۔ اس لئے جہاں بھی موت و حیات کا ذکر آتا ہے وہاں مراد جسم ہوتا ہے جو موت و حیات کا محل ہے جو لوگ جسم مثالی مراد لیتے ہیں وہ ثبوت پیش کریں کہ پہلے جسم مثالی پر موت آئی پھر اسے قبر میں زندہ کیا گیا ہے۔ نکیرین کا سوال تو اسی سے ہونا چاہیئے جسے مکلف بنایا گیا۔ جس کے ساتھ روح کو جوڑا گیا جس نے عمل کیا جسم مثالی کے لئے تو ان اوصاف میں سے کوئی ایک وصف بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا لہذا موت بھی بدن کے لئے ہے اور حیات بھی بدن کے لئے ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ حیات صرف روح ہے یا روح کے بغیر کوئی اور چیز ہے۔ تو اس سلسلے میں عقیدۃ السفارینی ۲ : ۸۹ پر ایک بحث ملتی ہے۔

قالت طائفۃ الروح ھو الحیاۃ و بہ قال الباقلانی و من وافقہ و کذا قال ابو الھذیل المعتزلی حضرت انور شاہ کاشمیری نے تحیۃ الاسلام میں فیصلہ کن بات لکھی ہے۔

والاخصر ان یقال الحیوۃ فی اللغۃ شیئ مغائر الروح لا عینہ بل لشرۃ تعلقہ، وقد زعم بعض الناس ان نفی الحیاۃ ولیس کذالک ففی النصوص ذکر الحیاۃ و لیست روحا [۳۶]

" مختصر بات یہ ہے کہ کتب لغت میں کہ حیات، روح کے علاوہ ایک

ایک چیز ہے عین روح نہیں بلکہ حیات ثمرہ ہے روح کے تعلق کا جو بدن سے ہوتا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ روح ہی حیات ہے مگر یہ غلط ہے قرآنی آیات میں حیات کا ذکر ہے مگر وہاں روح نہیں ہوتا جیسے یحیی الارض بعد موتھا وغیرہ۔

(۱۸) الجوھر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبی المکرم۔ ابن حجر مکی ص ۲۵

وجمہور العلماء ان حیاۃ الشہداء حقیقیۃ ثم انہ فی قول انما الروح فقط۔ وفی قول وللجسد ایضا ای بمعنی لایبلی وانہ تستمر فیہ امارۃ الحیاۃ من الدم وطراوۃ الابدان وھذا ھو المشاھد فی ابدانھم کما مر

"اور جمہور علمائے اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور ان کی حیات حقیقی ہے جمہور کے علاوہ پھر دو قول ہیں اول صرف روح زندہ ہے دوم جسد مع روح زندہ ہے کیونکہ بدن متعفن بوسیدہ نہیں ہوتا اور اس میں زندگی کے آثار خون اور بدن کا تر و تازہ رہنا ہمیشہ موجود ہوتے ہیں ان دو چیزوں کا مشاہدہ شہداء کے ابدان میں سر کی آنکھ سے کیا گیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔"

ان اٹھارہ اقتباسات میں مفسرین محدثین، متکلم اور فقہا ہر قسم کے علماء کے اقوال اور تحقیق شامل ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور ان کی حیات حقیقی ہے اور وہ جسد عنصری کی حیات ہے۔

اب ہم ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جو "شیخ القرآن" کے رسالہ تعلیم القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۶۴ء میں چھپا ہے۔ عنوان ہے "ناقابل انکار صداقت" اور عبارت ہے:۔

"مذہب کی سچائی اور اچھائی کی سب سے بڑی دلیل عام فہم ثبوت اور ناقابل انکار حقیقت، مشاہدہ چشم دید واقعہ ہے۔ آیئے اب ہم صداقت دین اسلام اور حقانیت قرآن پر اپنے ہی زمانہ کا ایک مشاہدہ چشم دید واقعہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ حق پرست اور انصاف پسند اہل علم و فہم طرفداری سے بلند ہو کر سوچیں اور حقیقت تک پہنچیں۔"

قصبہ سلمان پاک جو بغداد سے ۴۰ میل کے فاصلہ ہے زمانہ قدیم میں جس کا نام مدائن تھا جہاں اکثر صحابہ کرام گورنری کے عہدے پر فائز رہے۔ یہاں ایک شاندار مقبرے میں حضرت سلمان فارسی مشہور صحابی مدفون ہیں اور آپ کے گنبد مزار سے متصل نبی آخر الزمان کے دو صحابہ حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت جابر بن عبداللہ کے مزارات ہیں ان دونوں صحابہ رسول کے مزارات پہلے سلمان پاک سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ایک غیر آباد جگہ پر تھے اور ہوا یہ کہ حضرت حذیفہ نے خواب میں ملک شاہ فیصل اول شاہ عراق سے فرمایا کہ ہم دونوں کو موجودہ مزاروں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے سے فاصلہ پر دفن کر دیا جائے۔ اس لئے کہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے یہ خواب مسلسل دو راتوں میں شاہ دیکھتا رہا شاید بے پرواہی یا انہماک امور سلطنت کے باعث بھول گیا تیسری شب حضرت موصوف نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں یہی ہدایت فرمائی کہ ہم دو راتوں سے شاہ کو کہہ رہے ہیں لیکن اس نے اب تک اس کا کوئی انتظام نہیں کیا اب تمہارا کام ہے کہ اس کو متوجہ کر کے اس کا فوری بندوبست کراؤ چنانچہ اگلے روز صبح صبح ہی مفتی اعظم نوری السعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لیکر بادشاہ سے ملے اور اس سے اپنا خواب بیان کیا شاہ نے کہا میں بھی دو راتوں سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں۔ آخر کافی غور و مشورہ کے بعد شاہ نے مفتی اعظم سے کہا آپ مزارات کھولنے کا فتویٰ دے دیں اس کی تعمیل کے لئے تیار

ہوں جب مفتی اعظم نے مزارات کھولنے اور نعشوں کو منتقل کرنے کا فتویٰ دے دیا تو
یہ فتویٰ اور شاہی اعلان اخباروں میں شائع کر دیئے گئے کہ بروز عید قربان بعد نماز
ظہران دونوں اصحاب رسول کے مزارات کھولے جائیں گے۔

اخبارات میں یہ اعلان شائع ہونا تھا کہ تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر بجلی کی طرح
پھیل گئی۔ رائٹر اور دوسری خبر رساں ایجنسیوں نے اس خبر کو تمام دنیا میں پہنچا دیا۔ حسن
اتفاق دیکھیے کہ ان دنوں موسم حج ہونے کے باعث تمام دنیا کے مسلمان حج کے لئے
حرمین شریفین میں جمع تھے جب انہیں یہ معلوم ہوا تو انہوں نے شاہ عراق سے یہ خواہش
ظاہر کی کہ مزارات حج کے چند روز بعد کھولے جائیں تاکہ وہ بھی شرکت کر سکیں اسی طرح
حجاز، مصر، شام، لبنان، فلسطین، ترکی، ایران، بلغاریہ، افریقہ، روس اور ہندوستان
وغیرہ کے ملکوں نے شاہ عراق کے نام بے شمار درخواستیں بھیجیں کہ ہم بھی جنازہ میں
شریک ہونا چاہتے ہیں۔ مہربانی فرما کر مقررہ تاریخ چند دن بڑھا دی جائے چنانچہ دنیا
کے مسلمانوں کی خواہش پر دوسرا فرمان جاری کر دیا گیا کہ اب یہ رسم حج کے دس دن بعد
ادا کی جائے گی اور اس کے ساتھ ہی خواب میں ان مزارات کی عجلت کی تاکید کے پیش نظر
احتیاطی تدابیر بھی کی گئیں کہ پانی مزارات کے قریب نہ آئے آخر کار وہ دن بھی آ گیا
جس کی آرزو میں لوگ جوق در جوق سلمان پاک میں جمع ہو گئے دوشنبہ کا دن تھا۔
بارہ بجے دن کے بعد لاکھوں انسانوں کی موجودگی میں مزارات کھولے گئے تو معلوم
ہوا کہ حضرت حذیفہ کے مزار میں پانی آ چکا ہے اور حضرت جابر کے مزار میں نمی پیدا ہو
چلی تھی۔ حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے دو فرلانگ دور تھا آخر کار ان کی نعشوں
کو نکالا گیا ان کی نعشوں کو کرین کے ذریعہ اٹھایا گیا اور خود بخود سٹریچر پر آ گئیں اب
کرین سے سٹریچر کو علیحدہ کر کے ہز میجسٹی شاہ فیصل، مفتی اعظم عراق اور وزیر مختار
جمہوریہ ترکی اور پرنس فاروق ولیعہد مصر نے کندھا دیا اور ایک شیشے کے صندوق میں

رکھدیا۔ دونوں نعشوں مبارک کے کفن حتیٰ کہ ریش مبارک کے بال تک بالکل صحیح سلامت حالت میں تھے۔ نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہرگز نہیں ہوتا تھا کہ یہ نعشیں تیرہ سو سال سے قبل کی ہیں۔ بلکہ گمان یہ ہوتا تھا کہ شاید انہیں رحلت کئے ہوئے دو تین گھنٹے سے زائد وقت نہیں گزرا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پراسرار چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر دیکھیں لیکن ان کی نظریں اس چمک کے سامنے ٹھہرتی نہیں تھیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ایک جرمن ماہر چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا اس تمام کارروائی میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا اس نے جو یہ منظر دیکھا اتنا بے اختیار ہوا آگے بڑھ کر مفتی اعظم عراق کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ آپ کے مذہب اسلام اور بزرگی صحابہ کا اور کیا ثبوت ہونا چاہیئے اور مفتی اعظم عراق کا ہاتھ پکڑتے ہی کہا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس واقعہ کے بعد بغداد میں کھلبلی مچ گئی اور بے شمار یہودی اور نصرانی خاندان جوق در جوق مسجدوں میں قبول اسلام کے لئے آتے مسلمان ہو کر واپس جاتے تھے ان کی تعداد کا اندازہ لگانا آسان نہ تھا یہ کسی کتاب کا لکھا ہوا واقعہ نہیں ہے بلکہ اسلام کا چشم دید معجزہ ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۳۲ء میں پیش آیا۔"

یہ حال شہداء کا ہے کہ انہیں دیکھ کر کفار بھی مسلمان ہوئے لیکن کتنا بڑا المیہ ہے کہ جناب شیخ القرآن صاحب اسلام کا دعویٰ کر کے خود اس حقیقت کا انکار کر بیٹھے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہوتے ہیں اور یہ انکار اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ قریہ بہ قریہ اس گمراہی کو پھیلانے کے لئے کمربستہ ہو گئے اور اس پر مستزاد یہ کہ جو لوگ ان کے لکھے ہوئے واقعہ کے مطابق حیات انبیاء کا عقیدہ رکھتے ہیں انہیں یہی شیخ القرآن گمراہ اور مشرک کہتے ہیں۔ ماہنامہ میں یہ واقعہ نقل کرنے کی غرض یہ تھی کہ حق پرست، انصاف پسند، اہل علم و فہم، طرفداری سے بلند ہو کر سوچیں اور حقیقت تک پہنچیں

مگر آپ کو سوچنے اور حقیقت تک پہنچنے کی توفیق نہ ملی۔ پھر کوئی آپ کو حق پرست کہے تو کیونکر انصاف پسند کہے تو کیسے اہل علم و فہم کہے تو کس بنا پر اور طرفداری سے بلند ہو کر سوچنے والا سمجھے تو کس دلیل سے۔ آپ تو ان میں سے کسی وصف کے مستحق نہیں۔

باب ۲

مسئلہ حیات النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم

اہل سنت والجماعت کے نزدیک حیات النبیؐ کا مسئلہ کبھی مختلف فیہ نہیں رہا مگر اس صدی کا یہ ایک المیہ ہے کہ گنتی کے چند افراد نے اجماعی عقیدے سے انحراف کرتے ہوئے پہلے تو بر سبیل تذکرہ یہ مسئلہ چھیڑا۔ پھر اختلاف سے ترقی کر کے مخالفت تک پہنچایا پھر عوام میں افتراق پیدا کر کے یہاں تک پہنچایا کہ اس اجماعی مسئلہ سے اتفاق کرنے والوں کو تکفیر کا نشانہ بنایا۔ اتفاق یہ کہ گنتی کے یہ چند افراد اپنے آپ کو دیوبند مکتب سے منسوب کرتے ہیں بلکہ اب تو اس مکتب فکر کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہیں اس طرح یہ مکتب فکر نشانہ ملامت بننے لگا تو دارالعلوم دیوبند کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس گتھی کو سلجھانے کے لئے اپنی سی کوشش کر ڈالی۔ اس کی کچھ تفصیل دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اس نئی تحریک کا پس منظر سامنے آجائے۔

"شیخ القرآن" مولوی غلام اللہ صاحب کے جاری کردہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء میں مولوی صاحب نے مولانا قاری محمد طیب صاحب کا ایک مکتوب شائع کیا اس کے کچھ اقتباس یہاں دیئے جاتے ہیں۔ اس پر حضرت قاری صاحب کے علاوہ مولوی غلام اللہ خان۔ قاضی شمس الدین، مولوی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ اور مولوی محمد علی جالندھری کے دستخط ثبت ہیں مضمون مکتوب کے کچھ حصے یہ ہیں۔

"برزخ میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف

اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علمائے دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی سے زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ایسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ و سلام بھی سنتے ہیں وغیرہ۔ علمائے دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب و سنت سے وراثتہً پایا ہے اور اس بارہ میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔"

علمائے دیوبند اور مسئلہ حیاۃ النبی کے سلسلے میں ایک اور الیہ کا حوالہ دینا بھی مناسب ہوگا وہ یوں کہ بریلوی مکتب فکر کے کچھ حضرات نے یہ الزام لگایا کہ علمائے دیوبند برزخ میں حیات انبیاء کے قائل نہیں اور الزام کو تقویت پہنچانے کے لئے ان حضرات نے حق و انصاف کی روش سے ہٹ کر علمائے دیوبند کے خلاف فتویٰ بھی حاصل کر لیا تو مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے ایک مفصل جوابی فتویٰ "المہند علی المفند" کے نام سے مرتب فرما کر علمائے حرمین کو ارسال کیا۔ اس میں مولانا نے اس خاص مسئلہ پر علمائے دیوبند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ الفاظ میں تحریر فرمایا جس کا حاصل یہ ہے۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں ان کی حیات حیات دنیوی ہے اور اس نقطہ نظر کی تائید کے لئے بانی دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب "آب حیات" کا حوالہ بھی دیا کہ علمائے دیوبند کا یہ

عقیدہ حیات انبیاء انہیں ان کے اسلاف سے بطور توارث کے ملا ہے
کوئی انفرادی رائے یا وقتی ہنگامی فتویٰ نہیں ہے جو حوادثات کے
پیش آنے سے اتفاقاً سامنے آ گیا ہو۔ پھر اس مسئلہ کے بارے میں حضرت
نانوتوی کے رسالہ کی تائید میں اس وقت تمام اکابر علمائے دیوبند
کے توثیقی دستخط بھی اس میں ثبت کرائے جس سے یہ واضح کرنا مقصود
تھا کہ مسئلہ حیات انبیاء کے بارے میں یہ مذکورہ عقیدہ صرف ان کے
سلف کا نہیں بلکہ خلف بھی اس کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح سلف
قائل تھے اور اس طرح یہ مسئلہ اثبات حیات انبیاء بطرز مذکور سلف
سے لے کر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلمہ اور متفقہ رہا ہے اور تمام
علمائے دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی فرد بھی منحرف
نہیں ہے۔"

حضرت قاری صاحب کے مذکورہ مکتوب میں آگے قاری صاحب بیان فرماتے
ہیں۔

"۲۲ جون ۱۹۶۲ء جمعہ کے دن دونوں جانب سے یہ سب بزرگ احقر کی
قیام گاہ میں جمع ہو گئے مدرسہ عثمانیہ حنفیہ میں اس مجلس میں احقر نے اسی
معاملہ کی ساری روئیداد بیان کر کے مسئلہ کا وہ منقح قدر مشترک دونوں
جانب کے ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا گفتگو نہایت دوستانہ
مخلصانہ ماحول میں ہوئی . . . . نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی
پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک کی
تحریری یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی فریقین
نے دستخط فرما دیئے اس تحریری یادداشت کا متن بلفظہٖ حسب ذیل ہے

عامۃ المسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبیؐ کے سلسلے میں ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرما دیں یہ عنوان مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا ضرورت پڑنے پر اس کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

عبارت حسب ذیل ہے۔

"وفات کے بعد نبی کریمؐ کے جسد اطہر کو برزخ قبر شریف میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اطہر پہ حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

دستخط احقر محمد طیّب حال وارد راولپنڈی ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء دستخط قاضی شمس الدین، دستخط قاضی نور محمد، دستخط لاشئ غلام اللہ خان

اس کے بعد قاری صاحب نے عنایت اللہ شاہ کے متعلق فرمایا کہ وہ مودل نہیں منکر ہیں گو اُن کی یہ تاویل بمقابلہ جمہور اس ناچیز اور ہر دو دستخط کنندگان بزرگان محمد بن بالا کے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہے۔

مولوی غلام اللہ خان، قاضی شمس الدین اور قاضی نور محمد تینوں حضرات نے عہد کیا کہ ہم آئندہ حیات النبی کے مسئلہ میں کسی قسم کی غلط بیانی نہیں کریں گے ان امور کا اعلان کیا گیا۔

۱۔ یہ کہ مسئلہ حیات انبیاء جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔

۲۔ یہ کہ حیات انبیاء کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

۳۔ یہ کہ حضرات انبیاء برزخ میں حیات دنیوی سے زندہ ہیں عبادت میں مشغول ہیں۔

۴۔ یہ کہ علمائے دیوبند نے عقیدہ حیات انبیاء کا کتاب وسنت سے وراثتہ

پایا ہے۔

۵۔ یہ کہ علمائے کو یہ عقیدہ ان کے اسلاف سے بطور میراث کے ملا ہے کوئی انفرادی رائے یا ہنگامی فتویٰ نہیں ہے۔

۶۔ یہ کہ مسئلہ حیات انبیاء کا عقیدہ سلف سے لیکر خلف تک یکسانی سے مسلمہ و متفقہ رہا ہے اور تمام علمائے دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی فرد بھی منحرف نہیں۔

۷۔ یہ کہ حضرات انبیاء کو برزخ میں ان کے اجسام عنصریہ کے ساتھ ارواح مبارکہ کو ایسا تعلق ہے جیسا دنیا میں تھا اسی وجہ سے انبیاء کو برزخ میں دنیوی جسمانی حیات حاصل ہے۔

ان مسائل پر مولوی غلام اللہ خان اور قاضی شمس الدین صاحب نے دستخط کر دیئے مگر افسوس کہ یہ دستخطی عہدنامہ بس کاغذ کی زینت بن کر رہ گیا اور عہد کی پابندی کی صورت یہ ہوئی کہ اس عقیدہ کے خلاف تصنیف و تالیف کا مستقل کاروبار شروع کر دیا گیا۔ ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء کے پرچے میں یہ خوش خبری سنائی گئی کہ "علمائے دیوبند کے دو گروہ ہو گئے تھے مسئلہ حیات النبی میں" یہ مژدہ کیا ہے ایک معمہ ہے کیونکہ قاری صاحب فرمائیں کہ علمائے دیوبند سلف سے خلف تک متفق رہے ہیں اور آپ کہیں کہ دو گروہ بن گئے۔ قاری صاحب کہیں کہ علمائے دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے کوئی فرد بھی منحرف نہیں تو کیا فرد کے بغیر بھی گروہ بن جایا کرتے ہیں ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے کہ دستخط کرنے والے مسلک دیوبند سے منحرف ہو گئے ہوں اسلاف و اخلاف سے بغاوت کر لی ہو مگر اس صورت میں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ گندم نما جو فروش نہ بنیں اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت سے منسوب نہ کریں۔ دیوبند اور مسلک دیوبند کا نام نہ لیں اور ان بزرگوں کو بدنام نہ کریں۔

• قاری صاحب نے فرمایا کہ "جمہور علماء کے مقابلہ میں عنایت اللہ شاہ کی تاویل قابل قبول نہ ہوگی" بات تو درست ہے مگر عنایت اللہ شاہ اچھے واعظ ہی لیکن اہلسنت کو خیر باد کہہ دیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ممکن ہے ان کے مطالعہ سے نہ گزرا ہو کہ

(ا) ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلیہ جہنم۔

(ب) من شذ شذ فی النار

(ج) من فارق الجماعۃ ثم مات مات میتۃ الجاھلیۃ

(د) اتبعوا سواد الاعظم

(ہ) علیکم بالجماعۃ وغیرہ

اب ہم اس مسئلہ پر اہل سنت والجماعت کے اجماع کی کچھ تفصیل پیش کرتے ہیں۔

(۱) الفتاوی الکبری الفقھیہ ابن حجر مکی ۲ : ۱۳۵ القدر ضرورت

مثل رضی اللہ تعالی عنہ عن حدیث احمد وابی داؤد وبیھقی ما من احد یسلم علیّ الی رد اللہ الیّ روحی حتی ارد علیہ السلام ما الجواب عنہ مع الاجماع علی حیاۃ الانبیاء کما تواترت الاخبار بہ۔

"ابن حجر مکی سے ان تین حدیثوں کے متعلق سوال ہوا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالی میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں تو کیا جواب ہے باوجودیکہ انبیاء کی حیاۃ پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے۔"

(۲) القول البدیع۔ علامہ سخاوی ص ۱۶۷

السادس رسول اللہ حی علی الدوام۔ یؤخذ من ھذہ

الاحادیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام وذلک انہ محال عادۃ ان یخلو الوجود کلہ من واحد یسلم علیہ فی لیل ونہار. ونحن نؤمن ونصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لاتاکلہ الارض والاجماع علی ذلک

"نبی کریم کو دائمی زندگی حاصل ہے یہ بات ان مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتی ہے اور یہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ یہ عادۃً محال ہے کہ کوئی وقت رات دن میں ایسا نہیں گزرتا جس میں آپ پر صلوٰۃ والسلام کہنے والا کوئی نہ ہو. ہم ایمان لاتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی کریم قبر شریف میں زندہ ہیں ان کو رزق ملتا ہے آپ کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی اور اسی حیات پر اجماع ہے۔"

(۳) الجوھر المنظم فی زیارت القبر الشریف النبی المکرم ص ۲۴ پر بعینہٖ یہی الفاظ ملتے ہیں. جو القول البدیع میں علامہ سخاوی نے فرمائے ہیں۔

(۴) زرقانی ۵ : ۳۳۲

وحیاۃ النبی فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک وتواترت الاخبار بہ.

"قبر شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء کی زندگی علم قطعی سے معلوم ہے۔"

(۵) شرح شفاء قاضی عیاض مع نسیم الریاض ۳ : ۳۹۹

ثمن المعتقد المعتمد انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی

قبورہم کما ان الانبیاء فی قبورھم۔

"قابلِ اعتماد اور معتمد علیہ عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرمؐ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں جیسے دوسرے انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں"

(۶) نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمٰن۔ مولانا عبد الحلیم لکھنوی صـ۱۹

حیات انبیاء کا اجماعی عقیدہ ہے۔

(۷) مدارج النبوۃ ۲: ۴۴۷ اور اشعۃ اللمعات ۱: ۶۱۳

وحیاۃ انبیاء متفق علیہ است و ہیچکس را دروے خلاف نیست حیاۃ جسمانی دنیوی حقیقی نہ روحانی و معنوی

"حیات انبیاء پر تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کسی کو اختلاف نہیں وہ حیات جسمانی حقیقی ہے، روحانی معنوی نہیں"

(۸) جذب القلوب صـ۱۸۴

استاد منصور بغدادی میگوید محققین متکلمین برانند کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حی است بعد از وفات و مسرور می شود بطاعت امت و اجساد انبیاء بوسیدہ نمی شود در قبر"

یعنی تمام محققین کا اتفاق ہے کہ نبی کریمؐ زندہ ہیں اور امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں۔

(۹) جذب القلوب صـ۱۸۶

بدانکہ تمام اہلسنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم، سمع مر سائر اموات را از احاد بشر خصوصاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و قطع میکنیم بعود حیات مر ہر میت را در قبر چنانکہ در احادیث ورود یافتہ است و وارد نشدہ است کہ بعد از عود حیات در قبر بار دیگر موت عود میکند بلکہ نعیم قبر و عذاب آن تا قیامت

ادراک می کند وشک نیست کہ ادراک مشروط بحیات است الی ان قال ولیکن ادلہ کہ بر حیات انبیاء دلالت دارند مقتضائی آں حیات ابدان است چنانچہ در دنیا بود باوجود استغناء از غذاء

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ہر میت کو قبر میں ادراک ہوتا ہے۔" مثلاً سننا، جاننا، دیکھنا وغیرہ بالخصوص انبیاء کرام کو۔ اہل سنت قطعی یقین رکھتے ہیں کہ بعد موت ہر میت کو حاصل ہوتا ہے اور یہ ثابت نہیں کہ عود روح کے بعد جو حیات حاصل ہوتی ہے اس کے بعد بھی موت ہے بلکہ عود روح کے بعد جو حیات حاصل ہوتی ہے اس پر عذاب و ثواب قیامت تک ہوتا ہے اور الم اور تلذذ کے لئے حیات شرط ہے اور حیات کے بغیر نہ سماع اور نہ الم اور درد اور لذت جو حدیثیں حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء اپنے عنصری دنیوی بدنوں سے قبروں میں زندہ ہیں اور کھانے پینے سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

(۱۰) تفسیر روح المعانی ۲۲: ۳۸

وانا اقول بها فی حق الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و قد الف البیهقی جزءً فی حیاتهم فی قبورهم (میں حیات انبیاء کا عقیدہ رکھتا ہوں امام بیہقی نے قبر میں حیات انبیاء پر ایک کتاب لکھی۔"

(۱۱) انوار المحمود شرح ابی داؤد ۱: ۶۱۰

انهم اتفقوا علی حیاته صلی اللہ علیہ وسلم بل حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام متفق علیہ لا خلاف لاحد فیہ۔ (جمہور علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریمؐ اور انبیاء کرامؑ زندہ ہیں کسی ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں)

(۱۲) تیسیر القاری شرح بخاری۔ شیخ نور الحق محدث دہلوی ۳: ۲۶۲

پوشیدہ نماند کہ دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء و صلوات اللہ علیہم اجمعین و تکلم آنہا چنانکہ در حدیث مذکور بوضوح پیوستہ ناظر دران است کہ آنہا باشخاص واجساد دیدہ و قول مختار و مقرر جمہور انیست کہ انبیاء بعد اذاقت موت زندہ اند بحیات دینوی یعنی حیات انبیاء در برزخ مانند حیات دینوی است بلکہ حیات برزخی آں بزرگاں اعلی وافضل است واقویٰ است از حیات دینوی بمراتب کہ عقل از تصور قاصر است

"ظاہر ہے کہ شب معراج نبی کریم کا انبیائے کرام کو دیکھنا اور ان سے کلام کرنا ان کے اشخاص اور جسموں کے ساتھ تھا جیسا کہ واضح طور پر احادیث میں مذکور اور جمہور علماء کا مذہب مختار یہ ہے کہ انبیاء کرام موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں ان کی حیات برزخی ٹھیک ٹھیک حیات دنیوی کی مانند ہے۔ بلکہ ان کی برزخی زندگی دنیا کی زندگی افضل ہے اور اس قدر قوی ہے کہ اس کے تصور سے عقل عاجز ہے"

(۱۳) وفاء الوفا ۲: ۵۵۹ صدیق اکبر اور عائشہ صدیقہ کا عقیدہ حیاۃ النبی کا تھا۔

وقال ابو بکر لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ومیتا

نبی کریم کے پاس آواز اونچی کرنا جائز نہیں خواہ اس دنیا میں ہوں یا بعد وفات

ان کانت عائشۃ تسمع صوت الوتد یوتد والمسمار یضرب فی بعض الدور المطیفۃ بمسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فترسل الیھم لا یؤذوا رسول اللہ

یعنی مسجد نبوی کے قرب وجوار میں کسی گھر میخ گاڑی جاتی تو اس کی آواز سن کر حضرت عائشہ کہلا بھیجتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا مت دو۔

(۱۴) وفاء الوفا ۲ : ۵۵۹ فاروق اعظم کا عقیدہ حیات النبی کا تھا۔
وقد تقدم قول عمرؓ ان مسجدنا هذا لاترفع فیه الاصوات۔
یعنی حضرت کا فرمان تھا کہ مسجد نبوی میں آواز بلند نہ کی جائے۔
معلوم ہوتا ہے کہ صدیق و فاروق اور عائشہ صدیقہ کا عقیدہ یہی تھا کہ نبی کریمؐ زندہ ہیں۔

(۱۵) مظاہر حق ۱ : ۴۵۶
" حدیث کا حاصل یہ ہے کہ زندہ ہیں انبیا قبروں میں یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی ہے دنیا کی سی نہ حیات روحانی معنوی . . . اموات بھی سنتے ہیں سلام اور کلام اور عرض ہوتے ہیں اعمال اقربا ان کے بعض ایام میں"

(۱۶) رسالہ حیات نبوی ص ۲۲ مولانا محمد ادریس بحوالہ مولانا محمد قاسم نانوتوی
" اہل سنت والجماعت کے تمام سلف سے خلف تک کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیا کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور مشغول عبادت ہیں"

(۱۷) بذل المجہود شرح ابی داؤد ا : ۱۱ مولانا خلیل احمد محدث
ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام احیاء فی قبورھم ولا فرق ان یکونوا فوق الارض اور تحت حجابھا کما لا فرق فی حضورہ وغیبتہ فی زمان حیاتہ
" نبی کریمؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسے تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ

میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نبی کریمؐ سطح زمین پر ہوں یا زمین کے پردوں کے نیچے ہوں جیسا اس دنیوی زندگی میں حضورؐ کے گھر میں موجود ہونے اور سفر پر گھر سے باہر ہونے میں کوئی فرق نہیں۔

(۱۸) عون المعبود شرح ابی داؤد ۱: ۴۰۵

فاکثروا علی الصلوۃ فیہ ای فی یوم الجمعۃ، فان صلوتکم معروضۃ علی قال وقالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فان الانبیاء فی قبورھم احیاء قال قال ابن الحجر المکی وما افادہ من ثبوت حیاۃ الانبیاء حیاۃ بہا یتعبدون ویصلون فی قبورھم مع استغنائھم عن الطعام والشراب کالملائکۃ امر لا مریۃ فیہ ثم قال انہا (ای صلوۃ) تعرض علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ حی فی قبرہ وقد اخرج ابن ماجہ باسناد جید انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی الدرداء ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وفی روایت الطبرانی لیس من عبد یصلی علیّ الا بلغنی صلوتہ قلنا بعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجسام الانبیاء ..... وقد ذھب جماعت من المحققین الی ان رسول اللہ حی بعد وفاتہ وانہ یسّر بطاعۃ امتہ وان الانبیاء لا یبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم والسمع ثابت لسائر الموتیٰ وقد

صح عن ابن عباس مرفوعا ما من احد یمر علی قبر اخیه المؤمن وفی روایت بقبر الرجل کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام وصح انه کان یخرج الی البقیع لزیارة الموتی ویسلم علیهم وورد النص فی کتاب الله فی حق الشهداء انهم احیاء یرزقون وان حیاتهم متعلقة باجسادهم فکیف بالانبیاء والمرسلین وقد ثبت فی الحدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم رواه المنذری وصححه البیهقی وفی صحیح مسلم عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مررت بموسی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره

اسی طرح سنن الکبریٰ بیہقی ۳: ۲۴۸ پر موجود ہے۔

"جمعہ کے دن میری ذات پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ تمہارا درود وسلام میرے سامنے پیش ہوتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا جبکہ آپ کا وجود بوسیدہ ہو چکا ہوگا فرمایا انبیاء کے وجود کو کھا جانا اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے انبیا علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور علامہ ابن حجر مکی نے فرمایا جس کا مفاد یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے لئے ثابت ہے اور ایسی حیات جس کے ساتھ وہ عبادت کر لیتے ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں باوجود اس کے وہ کھانے پینے سے مستغنی ہیں جیسے ملائکہ یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی شک نہیں اور صلوٰۃ وسلام آپ پر

پیش کیا جاتا ہے آپ قبر میں زندہ ہیں۔ ابن ماجہ اور ابو داؤد سے جید
اسناد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم نے فرمایا کہ زمین پر اللہ تعالیٰ
نے انبیاء کے وجودوں کا کھانا حرام کر دیا ہے اور طبرانی میں نبی کریمؐ
کا فرمان یوں ہے کہ جو شخص مجھ پہ صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچتا
ہے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی وفات کے بعد بھی صلوٰۃ و
سلام پہنچے گا۔ فرمایا ہاں بعد وفات بھی پہنچے گا کیونکہ اللہ نے انبیاء کے
وجود کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ محققین علماء کی جماعت کا مذہب ہے کہ نبی
کریمؐ بعد وفات زندہ ہیں اور امت کے نیک اعمال سے خوش ہوتے
ہیں اور زمین انبیاء کو بوسیدہ نہیں کرتی۔ باوجودیکہ مطلق ادراک جیسا دنیا
والوں کی کلام کا سننا۔ ان کو دنیا کا اور دنیا والوں کا علم ہوتا ہے۔ یہ
تو تمام مردوں کے لئے ثابت ہے اور حضرت ابن عباس سے صحیح حدیث
مرفوع میں مروی ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر سے گزرے یا کسی
شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جسے وہ دنیا میں جانتا تھا اور اسے
سلام کہے تو وہ میت اسکو پہچانتا بھی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے
اور علامہ ابن ابی الدنیا نے بیان کیا کہ زندہ شخص میت بھائی یا کسی کی
قبر سے گزرے جو دنیا میں اسے جانتا تھا اور میت کو سلام کہے تو
میت اس زندہ کو پہچان بھی لیتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے
اگر نہ پہچانتا ہو تو صرف جواب سلام کہتا ہے اور مسلم شریف میں
صحیح حدیث میں آچکا ہے کہ نبی کریمؐ جنت البقیع میں جاتے تھے اور
اور قبر والوں کو سلام کہتے تھے اور قرآن کریم کی صحیح نص میں وارد ہوا
کہ شہداء زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات ان کے

جسموں کی ہے صرف روحوں کی نہیں ۔ جب یہ جسموں سے زندہ ہیں تو انبیاء کی حیات کا کیا کہنا اور صحیح حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں روایت کیا اس کو محدث منذری نے اور صحیح کہا اسکو محدث بیہقی نے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا سرخ ٹیلہ کے پاس ۔ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اپنی قبر میں "

اب ہم عقائد علمائے دیوبند اس کتاب سے نقل کرتے ہیں جو مرکزی اور اجماعی کتاب ہے اس پر تمام علمائے دیوبند اور علمائے ممالک اسلامیہ کا اتفاق ہے ۔ اکابر دیوبند نے یہ کتاب علمائے حرمین شریفین اور علمائے ممالک اسلامیہ کے سامنے پیش کی ان میں علمائے مصر، شام، حلب اور ہندوستان شامل ہیں ان میں چاروں مذاہب فقہ تھے اور ان سب نے ان عقائد کی تحقیق کی اور مہر تصدیق ثبت فرمائی ۔ اس اجماعی عقیدہ کی تحریری اور مصدقہ دستاویز کی موجودگی میں اگر کوئی شخص ان عقائد کے برعکس کوئی عقیدہ علمائے دیوبند سے منسوب کرے تو اس کے سوا کہا جا سکتا ہے کہ وہ دھوکا باز اور فتنہ پرداز ہے اور اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلک دیوبند سے منسوب کرے اور ان اجماعی متفقہ عقائد کے خلاف عقیدہ رکھے اور اسے پھیلائے تو ظاہر ہے کہ وہ جھوٹا اور فریبی ہونے کے علاوہ خود فریبی اور ابلہ فریبی کا شغل اختیار کئے ہوئے ہے اور اگر اس کا یہ جنون بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جائے کہ ان مسلمہ اکابر کو گمراہ ثابت کرنے لگے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ نفاق کے مرض میں بری طرح مبتلا ہے ۔

ہاں یہ ایک فطری بات ہے کہ اس مرکزی دستاویز کے متفقہ مسائل میں فقہی جزئیات، توجیہات و تعبیرات کا اختلاف ہو سکتا ہے کیونکہ دیوبندیت کسی

واحد شخصیت کا نام نہیں نہ ہی کسی خاص شخصیت کی تقلید کا نام ہے بلکہ یہ تو علمائے دیوبند کے اجماعی مسلک کا مظہر ہے

دیوبندی ہونے کا دعویٰ کرنے والے اگر اس اجماعی مسلک سے ہٹ کر اپنی تجویز کردہ پگڈنڈی پر چل نکلے ہیں تو انہی اس بدعت کے ثبوت میں طرح طرح کے سہارے تلاش کرتے ہیں منجملہ یہ کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا عقیدہ حیات انبیاء کے متعلق دیوبندیوں کے خلاف ہے جیسا کہ آب حیات میں مذکور ہے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ عقائد دیوبند کا مدار "آب حیات" پر نہیں ہے بلکہ علمائے دیوبند کا اجماعی عقیدہ وہ ہے جو "المہند" میں درج ہے دوسری بات یہ ہے کہ کیا آب حیات میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو وہ مبتدع مشرک اور کافر ہے اگر نہیں تو ان "توحیدیوں" نے اس کا سراغ کہاں سے پایا۔ پھر یہ بات ہے اگر واقعی آپ کے خیال کے مطابق علمائے دیوبند کا عقیدہ غلط ہے تو اپنے آپ کو اس مسلک سے منسوب کرنے میں کیا تک ہے اور اس شتر گربگی کا آخر مقصد کیا ہے۔

گو مسئلہ حیات النبی کوئی اصولی مسئلہ نہ تھا مگر اس کی آڑ میں ایک اصولی مسئلہ پامال کیا جا رہا ہے اور وہ ہے اعتماد علی السلف چنانچہ اس نو مولود گروہ نے اپنے باطل عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے احادیث رسول کا مذاق اڑایا، احادیث کی تکذیب کی۔ حدیثوں کے صریح مدلولات میں غلط تاویلات سے کام لیا اور اپنی سی کوشش کر ڈالی کہ حدیث پر سے ائمہ حدیث، مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین اور سب سلف صالحین پر سے امت کا اعتماد اٹھ جائے بلکہ ان کی کوشش کا ماحصل یہ ہے کہ کسی کی نہ سنو۔ ہماری سنو۔ قرآن و حدیث کو بھول جاؤ ہماری بات پلے باندھو اور حقیقت یہ ہے کہ دین نقل اور خبر ہے۔ نقل میں منقول عنہ پر اور خبر میں

مجروحین پر اعتماد ضروری ہے ورنہ نقل اور خبر کی صداقت کا کیا اعتبار۔ لہذا دین سے اعتبار اٹھ گیا اور تاریخ شاہد ہے کہ ہر باطل فرقہ نے ہمیشہ اسی کامیاب ہتھیار سے کام لیا اور سلف صالحین کی سیرت اور صداقت و امانت پر حملہ کر کے اسے مجروح کیا اور نتیجۃً صراط مستقیم سے خود ہٹے دوسروں کو ہٹایا پھر جس وادی میں چاہیں ہلاک ہوں کوئی فرق نہیں پڑتا جب ناقلین دین قابل اعتبار نہ رہے تو ایسے دین سے کون چمٹا رہے۔

اجماعی عقیدہ علمائے دیوبند "المہند" صہ ۲۹

حرمین کے علماء کے سوال خامس کے جواب میں۔

ماقولکم فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف ھل ذلک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المؤمنین رحمۃ اللہ علیہم حیاۃ برزخیۃ

"نبی کریمؐ کی قبر میں حیات کے متعلق آپ کا کیا قول ہے۔ کیا خاص حیاۃ حضورؐ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟"

الجواب: عندنا وعند مشائخنا حضرت الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم حیّ فی قبرہ الشریف وحیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیویۃ من غیر تکلیف وھی مختصۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم وبجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیہم والشہداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المؤمنین بل جمیع الناس کما نص علیہ علامۃ السیوطی فی رسالتہ انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین سبکی حیاۃ الانبیاء والشہداء

فی القبر کحیاتہم فی الدنیا ولیشہد لہ صلوٰۃ موسیٰ فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسداً حیاً الیٰ آخر ما قال مثبت بھذا ان حیاتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونہا فی عالم البرزخ

"ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور اکرمؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیوی حیات جیسی ہے جو بغیر تکلف کے ہے اور یہ دنیوی حیات نبی کریمؐ، باقی انبیاء کرام اور تمام شہدا کے ساتھ خاص ہے اور یہ برزخی نہیں ہے جیسا تمام مسلمانوں کو حاصل ہے جیسا کہ نص کی علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء میں اور کہا کہ شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ حیاۃ انبیاء اور شہدا قبر میں دنیوی حیات کی طرح ہے اور اس کی شاہد ہے وہ حدیث جس میں حضرت موسیٰؑ کا قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے چونکہ نماز چاہتی ہے زندہ وجود کو پس اس دلیل سے ثابت ہوا کہ آپ کی حیات دنیویہ برزخیہ ہے اس بناء پر کہ آپ عالم دنیا سے عالم برزخ میں جا چکے ہیں۔"

اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ علمائے دیوبند کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ، انبیاء کرام اور شہداء کی برزخی زندگی، حیات دنیوی کی طرح ہے اور دنیا میں انسان کو روح اور بدن سے حیات حاصل ہوتی ہے۔

علمائے دیوبند کا متفقہ عقیدہ بیان کرنے کے بعد اب ہم اکابر دیوبند کے خیالات فرداً فرداً بیان کرتے ہیں جو اس فتوی پر دستخط دیتے ہوئے ان حضرات نے لکھے ہیں۔

(۱) مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند :-

انبیاء کرام کو انہی اجسام دنیوی کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں (لطائف قاسمیہ ص۳)

پھر فرمایا:۔ انبیاء کرام ابدان کے حساب سے زندہ سمجھیں گے پر حسب ہدایت کل نفس ذائقۃ الموت اور انک میت وانہم میتون تمام انبیاء کرام خاص کر سرور انام صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے (لطائف قاسمیہ ص۴)

مراد یہ ہے کہ جسد نبویؐ میں عالم برزخ میں حیات دنیوی ہے۔ دنیوی حیات کا تعلق بدن نبی کریمؐ سے برزخ میں ہے یہ نہیں کہ من کل الوجوہ حیات دنیوی ہے اور اس عالم دنیا میں زندہ ہیں بلکہ وہ حیات دنیوی کی طرح برزخ میں زندہ ہیں۔

(۲) مولانا عبدالقدوس گنگوہی بروایت مولانا رشید احمد گنگوہی۔

مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات خصوصاً سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا حیات ہونا تو مسلم ہے اور آیت کریمہ انک میت وانہم میتون سے میت ہونا معلوم ہوتا ہے اس کے جواب میں ایسی پر تاثیر تقریر فرمائی کہ جو مشاہدہ اور سماع پر موقوف ہے مگر خلاصہ اس کا کچھ ایسا تھا کہ موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء کے ارواح مشاہدہ جلال وجمال حق تعالیٰ وتعاول اکتساب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ کہ اجزائے بدن پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک وعین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہے۔ یعنی جس میں غذا کی احتیاج نہیں ہوتی ہے نہ پانی کی۔ اس تحقیق سے نکتہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد سے ظاہر ہوتا ہے (تذکرۃ الرشید ۲: ۲۸)

(۳) شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی

وھو معتقدنا ومعتقد مشائخنا جمیعًا لاریب فیہ

ہمارا اور ہمارے جملہ مشائخ کا بے شک یہی عقیدہ ہے۔

(۴) مولانا الحاج احمد حسن امروہوی۔

وھو حق صریح لاریب فیہ فہذا ھو الحق وماذا بعد الحق الا الضلال وکل ذلک ھو معتقدنا ومعتقد مشائخنا وسادتنا اماتنا اللہ علیہ۔

"اور یہ صریح حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ حق یہی ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے اور یہی ہمارا ہمارے مشائخ اور ہمارے پیشواؤں کا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدہ پر ہی موت دے۔"

(۵) مولانا عزیز الرحمٰن دیوبندی۔

وفی تحقیق المسائل ھو الحق عندی ومعتقدی ومشائخی

"مسائل کی تحقیق میں میرے نزدیک وہی حق ہے میرا اور میرے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔"

(۶) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

نقربہ ونعتقدہ واکل امر المفترین الی اللہ وانا اشرف علی التھانوی الحنفی الچشتی۔

"میں اسی حقیقت کا اقرار کرتا ہوں اور یہی عقیدہ رکھتا ہوں افترا پردازوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔"

(۷) شاہ عبدالرحیم دیوبندی

الذی کتب فی ھذہ الرسالۃ حق صحیح وثابت فی الکتب بنص صریح ومعتقدی ومعتقد مشائخنا رح

"جو کچھ رسالہ المہند میں لکھا گیا ہے کتب میں نص صریح سے صحیح ثابت ہے میرا اور میرے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔"

(۸) حضرت مولانا حکیم محمد حسین دیوبندی

هو الحق عندنا و معتقدنا و معتقد مشائخنا رضوان

الله علیه۔

"اس رسالہ میں جو لکھا ہے حق ہے ہمارا اور ہمارے مشائخ کا یہی عقیدہ

ہے۔"

(۹) حضرت مولانا حبیب الرحمان دیوبندی

هو معتقدنا و معتقد مشائخنا جمیعاً رحمهم الله

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔

(۱۰) حضرت مولانا غلام رسول دیوبندی

وهو معتقدنا و معتقد جمیع مشائخنا۔

میرے اور ہمارے تمام مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔

(۱۱) مولانا محمد افضل مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

هو معتقدنا و معتقد مشائخنا۔

(۱۲) حضرت مولانا عبد الصمد صاحب دیوبندی۔

وهذه عقائدنا و عقائد مشائخنا و نحن نرجوا

من الله ان یحیینا و یمیتنا علیها۔

"ہمارے اور ہمارے مشائخ کے یہی عقائد ہیں اور ہم خدا سے امید

رکھتے ہیں کہ اسی پر زندہ رکھے گا اور مارے گا۔"

(۱۳) حضرت مولانا و استاذنا مفتی محمد کفایت اللہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

رأیت الاجوبة کلها فوجدتها حقة صریحة لا یحول

حول سرادقاتها شک ولا ریب وهو معتقدنا و معتقد

مشائخنا رحمهم اللّٰہ تعالیٰ۔

" میں نے تمام جوابوں کو دیکھا پڑھا اور حق پایا اور ایسا حق جس کے گرد شک وشبہ کا گزر بھی نہیں ہو سکتا۔ میرا اور ہمارے تمام مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔"

(۱۴) حضرت مولانا محمد یحییٰ دیوبندی ر

فرأیت ھذا الاجوبۃ فوجدتھا قولا حقا مطابقا للواقع

" میں نے ان جوابوں کو دیکھا اور مطابق واقعہ کے حق پایا"

(۱۵) مولانا شیخ محمد صدیق افغانی مہاجر مکی۔

الذی کتب مولانا الشیخ خلیل احمد فی ھذہ الرسالۃ فھو حق صحیح لاریب فیہ وماذا بعد الحق الا الضلال وھو معتقدنا و معتقد مشائخنا رضوان اللّٰہ علیھم

" جو کچھ مولانا خلیل احمد صاحب نے رسالہ المہند میں لکھا ہے وہ حق ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ ہمارا اور ہمارے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔

(۱۶) شیخ سلیم البشری جامع ازہر

فقد اطلعت علی ھذہ الرسالۃ الجلیلۃ فوجدتھا مشتملۃ علی العقائد الصحیحۃ وھی عقائد اہلسنت والجماعۃ۔

میں نے اس جلیل القدر رسالہ کا مطالعہ کیا اُسے صحیح عقائد اہل سنت والجماعت پر مشتمل پایا۔"

"میں نے اس جلیل القدر رسالہ کا مطالعہ کیا اسے صحیح عقائد اہل السنت والجماعت پر مشتمل پایا"

(۱۷) علامہ ابوالخیر محمد عابدین دمشق

ھو معتقد اھل السنت والجماعت۔

(۱۸) علامہ شیخ محمد رشی دمشق

فوجدت ھذہ الرسالۃ لما علیہ السواد الاعظم من اھل السنۃ والجماعۃ

"اس رسالہ میں میں نے وہ عقائد پائے جس پر اہل السنت والجماعت کا سواد اعظم حامل ہے۔"

(۱۹) علامہ شیخ محمد سعید حموی شام

فوجدتھا مطابقۃ لاعتقادنا واعتقاد مشائخنا۔

(۲۰) شیخ علی بن محمد دمشقی

ھذا ما یوافق اعتقادنا واعتقاد مشائخنا رحمھم اللہ تعالیٰ من معتقدات اھل السنت والجماعت۔

(۲۱) حضرت مولانا انورشاہ کاشمیری

یرید بقولہ الانبیاء احیاء بمجموع الاشخاص لا الارواح فقط ولعل المراد بحدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون انھم الیقوا علی ھذہ الحالۃ ولم تسلب عنھم فلا یرد ان الروح بنفسہ یستطیع الصلوۃ ورد السلام فکیف وجبہ فی الحدیث بقاء الحیاۃ لفعل الصلوۃ وکذا رد السلام برد الروح پھر فرمایا۔ قولہ فنبی اللہ حی یرزق واحیاء فی

قبورھم یصلون و فی ذکر الحیاۃ افعالھا لا اصلھا او لھا ومع الاجساد فان اجسادھم حرمت علی الارض (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

" حضرات انبیاد کرام جسم عنصری اور روح کے ساتھ زندہ ہیں صرف روح زندہ نہیں، شاید اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ انبیاد کرام شغل عبادت و اعمال پر ہی باقی چھوڑے گئے ہیں ان سے یہ حالت (مشغول بالعبادت ہونا) سلب نہیں کی گئی یہ مت خیال کرنا کہ اکیلی روح نماز پڑھنے اور سلام کا جواب دینے کی طاقت رکھتی ہے تو حیات انبیاد کے ساتھ نماز پڑھنے اور سلام کا جواب دینے کے لئے بدن کی طرف لوٹائے جانے کی قید نہ لگائی جاتی اس قید سے مقید کرنا ظاہر کرتا ہے کہ روح اکیلی نماز نہیں پڑھ رہی ہوتی۔ پس خدا کا نبی زندہ ہے اسے رزق دیا جاتا ہے اس حدیث سے صرف حیات انبیاد ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ زندوں والے کاموں میں مشغول ہونا بھی ثابت ہے کیونکہ انبیاد کے وجود کو کھانا زمین کے لئے حرام کر دیا گیا ہے۔"

اس اقتباس سے ذیل کے امور ثابت ہوئے۔

(۱) لفظ مجموعہ اشخاص، فرمایا، تشخص تب ظاہر ہوگا جب تشخص سے متشخص ہو اور تشخص حالت بدن ہے وضع قطع ڈیل ڈول اور وہ بغیر بدن عنصری کے محال ہے۔

(۲) معلوم ہوا کہ دنیا میں بدنِ نبی جو اعمال صالحہ کرتا ہے۔ انہی میں وہ بدن برزخ میں مشغول ہے اور ظاہر ہے کہ بدن بغیر روح کے تعلق کے حرکت نہیں کر سکتا لہٰذا روح معہ بدن زندہ ہیں۔

(۳) انبیاء کی صرف حیات ثابت نہیں ہوئی بلکہ حیات مع اعمال و عبادات ثابت ہے
(۴) چونکہ حیات بدن رزق کے بغیر نہیں ہو سکتی اسی لئے فرمایا کہ انبیاء کو رزق دیا جاتا ہے۔
(۵) بعد وفات بدن کی حیات اعادہ روح سے ہوتی ہے۔

مذکورہ دلائل کا خلاصہ

(۱) موت کا محل بدن عنصری ہے حیات بعد از وفات بھی بدن عنصری کے لئے ہے قرآن کریم میں اس کی صراحت موجود ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔
(۲) علما کا اقرار موجود ہے کہ حیات انبیاء کرام دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔
(۳) علماء کا اقرار موجود ہے کہ حیات انبیاء کی بنیاد احادیث متواترہ پر ہے۔ تواتر ثابت ہونے سے جرح و تعدیل کا سوال باقی نہ رہا اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ تواتر کا انکار کفر ہے۔
(۴) علماء کی تصریحات موجود ہیں کہ حیات انبیاء پر پوری امت کا اجماع ہے۔
(۵) پوری اسلامی دنیا کے علمائے اسلام کا حیات انبیاء پر اجماع اور اتفاق ہے جن میں علمائے دیوبند، علمائے حرمین شریفین شامل ہیں۔
(۶) حیات انبیاء کسی ایک فقہی مکتب کے نزدیک نہیں بلکہ تمام اہل السنت والجماعت کی متفق علیہ ہے۔
(۷) علماء کا اتفاق ہے کہ احادیث نبوی سے پوری وضاحت سے ثابت ہے کہ عالم برزخ میں انبیاء کرام زندوں کی طرح عمل کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں کلام سنتے ہیں سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۸) علمائے امت کا اقرار ہے کہ حضرات انبیاء کرام عالم برزخ میں اعادہ روح الی الجسد سے زندہ ہیں اور اعادہ روح کی احادیث متواتر ہیں۔

(۹) علمائے اُمت کی تصریح موجود ہے کہ انہی روایات و احادیث کے مطابق ہمارا عقیدہ ہے۔

حیات انبیاء جب دلائل قطعیہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے تو جو شخص اس عقیدہ کو غلط قرار دے وہ خود صراط مستقیم سے ہٹ گیا ہے اس کے کہنے سے پوری امت سلف خلف سب کو گمراہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص یا چند اشخاص لضد ہوں تو ان کا فرض ہے کہ اسی پایہ کا ثبوت اپنے عقیدہ کی تائید میں پیش کریں اور مثبت پہلو میں ثبوت پیش کریں اور اس تفصیل سے پیش کریں۔

(۱) ثابت کریں کہ روح کی موت بدن کی موت کی طرح ہے اور روح ہی مر کر عالم برزخ میں حیات روحانی سے زندہ ہوتے ہیں۔

(۲) اقرار علماء پیش کریں کہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام کے وجود اجسام بغیر تعلق روح کے عالم برزخ میں مردہ پڑے ہیں۔

(۳) متواتر احادیث پیش کریں کہ عالم برزخ میں اجسام انبیاء میں کسی قسم کی حیات نہیں ہوتی۔

(۴) پوری امت کا اجماع پیش کریں کہ انبیاء کرام کے اجسام برزخ میں مردہ پڑے ہیں۔

(۵) علمائے امت، علمائے ممالک اسلامیہ اور علمائے دیوبند کا اس پر اتفاق پیش کریں کہ انبیاء کرام کے اجسام برزخ میں مردہ پڑے ہیں۔

(۶) علمائے امت کی تصریح پیش کریں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام کے

اجسام میں عالم برزخ میں کسی قسم کی حیات نہیں ہے۔

(۷) متواتر احادیث سے ثبوت پیش کریں کہ روح کا اعادہ بدن کی طرف نہیں ہوتا۔

نیلوی صاحب اور اسی قبیل کے چند افراد یہ گمراہ کن عقیدہ لے کر اٹھے ہیں بلکہ ایک مہم شروع کر دی ہے نورالحسن شاہ صاحب نے ان لوگوں کو شر ذمہ قلیلہ کہہ دیا تو نیلوی صاحب اپنی تصنیف ردمنکرات (ص ۳۴) میں ان پر خوب برسے اور کہا کہ واقعی ہم شر ذمہ قلیلہ ہیں اور اس کے مقابلے میں تمام امت کو فرعون قرار دیا کیونکہ قرآن کریم سے یہ فرعون کا قول مذکور ہوا ہے مگر اس تقابل کی تفصیل یہ ہے کہ شر ذمہ قلیلہ یہودیوں کو کہا گیا ہے اور یہودی کے امتیازی اوصاف ہیں۔ انبیاء کو قتل کرنا، انبیاء کی توہین کرنا۔ آسمانی کتاب میں تحریف کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ صلحائے امت کو ناقابل اعتبار بلکہ برا جاننا اور یہی اوصاف اس گروہ میں پائے جاتے ہیں۔ جن کے متعلق نیلوی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ ہم شر ذمہ قلیلہ ہیں قرآن کریم کی تحریف کرنا، جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو اہل ایمان پر چسپاں کرنا، علماء کی عبارتوں کو غلط معنی پہنانا۔ صلحا اور اولیائے امت کی توہین کرنا ان حضرات کے امتیازی وصف ہیں۔

عودِ روح کی بحث

کتاب الہی، سنت نبوی اور اجماع امت سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ دنیا میں جس پر موت آتی ہے وہ بدن ہے اور برزخ میں حیات اسی کو ملتی ہے جس پر پہلے موت آ چکی ہے لہٰذا وہ حیات جسد عنصری برزخی ہوتی ہے اب ہم اس امر کی وضاحت کریں گے کہ بعد موت حیات برزخی کی ابتدا کیسے ہوتی ہے۔ اس بحث کا عنوان ہے۔ اعادہ روح یہ دیکھنا ہے کہ روح کا اعادہ جسد عنصری کی طرف ہوتا ہے یا مثالی کی طرف تاکہ اس دعویٰ کی حقیقت واضح ہو جائے کہ جسم مثالی کی طرف روح کا اعادہ ہوتا ہے جیسا کہ حال کے چند افراد نے شور مچا رکھا ہے۔

(۱) مشکوٰۃ ص ۱۴۲ مسند امام احمد کتاب الروح اور شرح حدیث النزول

فیقول اللّٰہ تعالیٰ اکتبوا کتاب عبدی فی علیین واعیدوہ الی الارض فانی منھا خلقتھم وفیھا اعیدھم ومنھا اخرجھم تارۃ اخری قال فتعاد روحہ فیاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک الخ

" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا نامہ اعمال علیین میں لکھو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے اسے زمین سے پیدا کیا پھر اسی زمین میں لوٹاؤں گا پھر دوبارہ اسی زمین سے اٹھاؤں گا پھر فرمایا پھر روح کو لوٹایا جاتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں

اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں، تیرا رب کون ہے؟ الخ"

اس حدیث سے کئی امور کی وضاحت ہوتی ہے۔

(۱) روح کو لوٹایا جاتا ہے، مگر کس کی طرف؟ لوٹانا کا لفظ بتاتا ہے کہ جہاں سے روح کو نکالا گیا تھا اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور وہ بدن کے بغیر اور کیا ہے۔

(۲) دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور یہ عمل روح کے لوٹانے کے بعد ہوتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ جو قبر میں لیٹا ہوا ہے اسی کو بٹھاتے ہیں اور وہ جسد عنصری ہے جسے دفن کے وقت قبر میں لٹایا گیا تھا۔

(۳) مٹی سے انسان کو پیدا کیا گیا اور اسی زمین سے پھر اٹھایا جائے گا اور اسی میں اسے دفن کیا گیا۔ قبر میں جسم مثالی کو دفن نہیں کیا گیا اور ارواح کا اعادہ بھی جسم مثالی کی طرف نہیں بلکہ جسد عنصری کی طرف ہوتا ہے۔

یعنی اس بارے میں شک کی گنجائش تک باقی نہیں رہی کہ روح کا اعادہ جسد عنصری کی طرف ہوتا ہے۔ سوال وجواب روح مع الجسد سے ہوتے ہیں قبر اسی زمین میں ہے اور اسی میں جسد عنصری کو دفن کیا جاتا ہے اس ساری کارروائی میں جسم مثالی کا کہیں ذکر تک نہیں

۴ زاذان نے جو حدیث براء بن عازب سے بیان کی ہے مشہور حدیث ہے پوری امت نے اس کو قبول کیا ہے یہ حدیث اصول دینی سے ہے اس کے متعلق علامہ ابن قیم نے کتاب الروح صہ ۵۸ پر لکھا ہے۔

وھذا حدیث ثابت مشھور مستفیض صححہ جماعۃ من الحفاظ ولا نعلم احدا من ائمۃ الحدیث طعن فیہ بل رووہ فی کتبھم وتلقوہ بالقبول وجعلوہ اصلا من اصول الدین

فی عذاب القبر و نعیمه و مسألة المنکر و النکیر و قبض الارواح و صعودها الی بین یدی الله ثم رجوعها الی القبر و قول ابی محمد (ای ابن حزم) لم یروه غیر زاذان فوهم منه۔

"یہ حدیث براء بن عازب سے ثابت ہے مشہور ہے، مستفیض ہے اس کو حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔ ائمہ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث میں طعن نہیں کیا بلکہ تمام محدثین نے قبول کر کے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ عذاب و ثواب قبر، سوال نکیرین، ارواح کے قبض، ان کے اللہ کے پاس حاضر ہونے، پھر روحوں کے قبر میں لوٹنے میں اس کو اصول دین قرار دیا ہے۔ رہا ابن حزم کا قول کہ "زاذان کے سوا کسی نے یہ حدیث براء بن عازب سے بیان نہیں کی" تو یہ ان کو وہم ہوا ہے"

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت براء سے (۱) عدی بن ثابت نے بیان کیا عود روح کی حدیث کو (۲) مجاہد بن جبیر نے (۳) محمد بن عقبہ نے اس کے علاوہ اوروں نے بھی۔

اسی زاذان سے مسلم نے حدیثیں بیان کی ہیں اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ زاذان ثقہ راوی ہے۔

پھر اغاثۃ اللہفان ۱ : ۲۰۰ پر ابن قیم فرماتے ہیں۔

ولم یضع من قدح فی صحة هذا الحدیث شیئا کابن حزم للنصرة المذهبه الباطل

"اس حدیث کی صحت پر ابن حزم ظاہری کی قدح کا کوئی اثر نہیں۔ جو اس

نے اپنے باطل مذہب کی تائید کے لئے رائے ظاہر کی ہے"!
اور شرح حدیث النزول صـ۸۲ پر مذکور ہے۔

وحدیث زاذان مما اتفق السلف والخلف علی روایتہ وتیلقیہا بالقبول۔

"حدیث زاذان پر تمام امت کے سلف و خلف کا اتفاق ہے اور اسے سب نے قبول کیا ہے"!
پھر لکھا ہے وکان یتبع الکرابیسی کہ زاذان علامہ کرابیسی کا متبع تھا اور علامہ کرابیسی کے متعلق حضرت انور شاہ صاحب نے فیض الباری ۳ : ۳۲۷ پر لکھا ہے۔

الکلام علی الکرابیسی ھذا حسین ابن علی الکرابیسی وھو رجل عظیم الشان من تلامذۃ الشافعی معاصر لاحمد وشیخ للبخاری ومنہ تعلم البخاری ان عقائد البخاری اکثرھا ماخوذۃ من الکرابیسی۔

"علامہ کرابیسی بڑا عظیم الشان آدمی ہے۔ امام شافعی کا شاگرد ہے امام احمد بن حنبل کا ہم عصر ہے۔ امام بخاری کا استاد ہے۔ امام بخاری کے عقائد اکثر اسی سے ماخوذ ہیں"
اور شرح حدیث النزول صـ۷۶

واما حدیث البراء رواہ المنہال بن عمرو عن زاذان عن البراء فحدیث مشہور رواہ عن المنہال الجم الغفیر وھو حدیث اجمع رواۃ الاثر علی شہرتہ واستفاضتہ۔
"حدیث براء کو منہال نے زاذان سے بیان کیا یہ حدیث مشہور ہے۔

منہال سے جم غفیر نے بیان کی ہے یہ ایسی حدیث ہے کہ اس کی شہرت اور استفاضہ پر تمام راویوں کا اتفاق ہے!"

ابن تیمیہ، ابن قیم، علامہ سیوطی نواب صدیق حسن خان نے اعادہ روح اور بدن کے ساتھ روح کے تعلق کو ثابت کیا ہے اور متواتر احادیث سے ثبوت پیش کیا ہے اور علامہ ابن حجر نے اعادہ روح کے عقیدہ کے انکار کا ماخذ بھی بیان کر دیا۔

وقد اخذ ابن حریر وجماعۃ من الکرامیۃ وذھب ابن حزم وابن ھبیرہ (فتح الباری ۳: ۱۵۲)

یعنی اعادہ روح کا انکار کرامیہ، معتزلہ اور ابن حزم ظاہری کا مذہب ہے، اس کے برعکس علمائے اسلام خواہ وہ محدثین ہوں، مفسرین ہوں، متکلمین ہوں یا فقہاء نے ہمیشہ اعادہ روح کا عقیدہ اپنایا اور پیش کیا۔ محدثین اور مفسرین کے چند اقوال پیش کئے جا چکے ہیں فقہاء اور متکلمین وغیرہ کے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) فتاوی الکبری الفقہیہ۔ ابن حجر مکی ۲: ۷

کسی نے سوال کیا میت کے بدن پر کافور ملنے میں کیا حکمت ہے۔

وما الحکمۃ فی جمیع البدن المیت وجز انہ صائرۃ الی البلی الحکمۃ ما ھو مقرر عند اھل السنۃ والجماعۃ من ان البدن ینعم بانواع النعیم کالروح وحینئذ یبقی التصل بہ النعیم الی ان فان البدن بینہ وبینھا غایۃ الارتباط والمناسبۃ۔

"میت کے تمام اجزائے بدن پر خوشبو لگانے میں کیا حکمت ہے حالانکہ

آخر کار بدن خراب ہو جاتا ہے اہل السنت کے نزدیک اس کی حکمت یہ ہے کہ میت کے بدن کو اسی طرح قسم قسم کی نعمتیں ملتی ہیں جیسے اس کی روح کو۔ روح اور بدن کے درمیان بڑا ارتباط اور مناسبت ہوتی ہے۔"

ظاہر ہے کہ روح کی طرح میت کے بدن پر بھی برزخ میں انعام ہوتا ہے اور یہ بدن وہی جسم عنصری ہے جسم مثالی نہیں اور روح کا تعلق بھی اسی جسم عنصری کے ساتھ ہوتا ہے۔

پھر اسی صفحے پر ذکر ہے۔

سئل رضی اللہ عنہ عن المیت هل سئل فی قبرہ جالسا او راقدا فاجاب الذی فی البخاری انہ یسئل قاعدا وکذا فی ابن ماجہ

"علامہ ابن حجر سے پوچھا گیا قبر میں میت کو بٹھا کر سوال کرتے ہیں یا لیٹے ہوئے؟ تو جواب دیا کہ بٹھا کر سوال کرتے ہیں جیسا کہ بخاری اور ابن ماجہ میں بیان ہوا ہے۔"

ظاہر ہے کہ بیٹھنا اور لیٹنا بدن کے اوصاف ہیں اور وہ تعلق روح سے ہی ہوتے ہیں۔

پھر اسی صفحے پر ہے۔

سئل اذا سئل المیت هل تلبس روحہ الجثۃ کما کان فی الدنیا فاجاب انہ تعاد الیہ روحہ ثم یسئل

"ابن حجر سے پوچھا گیا کہ جب قبر میں میت سے سوال ہوتا ہے کیا اس وقت میت کے بدن سے روح کا تعلق قائم کیا جاتا ہے جواب دیا اور روح کا اعادہ ہوتا ہے پھر میت کے بدن سے سوال و جواب

ہوتے ہیں"

پھر اسی کے ص۹ پر ہے۔

سئل رضی اللہ عنہ اذا نقل المیت یعنی جسد المیت من القبر هل تنتقل معہ الروح وهل الاول تراب المیت او الثانی فاجاب تنتقل معہ لانہا تابعة لہ ای للجسد لا للقبر ثم سئل اذا دفنت الرقبة فی کان والجثة فی مکان آخر فاین تکون الروح قال ان قلنا فی الجثة فظاهر وعلی القبر فهی متعلقة بجمیع الجسد وان تفرقت اجزائہ۔ ثم رأیت بعض المحققین افتی بذلک۔ فقال الروح وان لم تکن داخلة جسد المیت لکن لہا بہ تعلق بکل جزء منہ واتصال الروح وان لم تکن داخلة جسد المیت لکن لہا بہ تعلق بکل جزء منہ واتصال مستمر فاذا فرقت بین الجسد والرأس اتصلت الروح بکل منہا

" ابن حجر سے سوال ہوا کہ جب میت کے جسم کو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کیا جائے تو روح کا تعلق پہلی قبر سے ہوگا یا دوسری قبر سے؟ تو جواب دیا کہ دوسری قبر سے کیونکہ روح کا تعلق میت کے بدن سے ہوتا ہے قبر سے نہیں۔ پھر ان سے سوال ہوا کہ ایک قبر میں میت کا سر دفن ہو اور دوسری طرف میں دھڑ تو روح کا تعلق کس سے ہوگا جواب دیا کہ تمام بدن سے روح کا تعلق ہوگا یعنی سر سے بھی اور دھڑ سے بھی پھر میں نے دیکھا کہ بعض محققین نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ روح کا تعلق تمام اجزائے بدن سے ہوتا ہے پھر کہا کہ گو روح بدن میت میں

داخل نہیں مگر اس کا تعلق بدن سے بدستور ہوتا ہے اور روح کا اتصال بدن سے ہمیشہ رہتا ہے۔ جب سر اور دھڑ الگ الگ دفن ہوں تو دونوں سے روح کا تعلق ہوگا۔"

ظاہر ہے کہ روح کا تعلق جسد عنصری سے ہوتا ہے جسم مثالی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

(۲) شرح الصدور ص۱۰۱

وللروح بالبدن خمسة انواع من التعلق یعنی جسد عنصری سے روح کا تعلق پانچ قسم کا ہوتا ہے۔

(۳) عقیدہ سفارینی ۲: ۴۸

والروح لم تزل متعلقة ببدنها وان بلی وتمزق وسر ذلك ان الروح لها بالبدن خمسة انواع من التعلق متغائر الاحکام

" روح کا تعلق بدن عنصری سے ہمیشہ رہتا ہے خواہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جائے اور اس میں راز یہ ہے کہ بدن عنصری سے روح کا تعلق پانچ قسم کا ہوتا ہے اور ہر قسم کے احکام جدا ہیں "۔

اس تعلق کی تفصیل علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں دی ہے

والروح لم تزل متعلقة ببدنها وان بلی وتمزق وسر ذلك ان الروح لها بالبدن خمسة انواع من التعلق متغائرة الاحکام احدها تعلقها به فی بطن الام جنینا الثانی تعلقها به بعد خروجہ الی وجہ الارض الثالث تعلقها به فی حال النوم فلها تعلقها من وجہ ومفارقة

من وجه الرابع تعلقها به في البرزخ فانها وان فارقته وتجردت عنه فانها لم تفارقه فراقا كليا بحيث لا يبقى لها التفات اليه البتة۔

"روح اپنے بدن سے پانچ قسم کا دائمی تعلق رکھتا ہے اگرچہ بدن بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جائے اور روح کا تعلق پانچ قسم کا ہوتا ہے اور ہر قسم کے احکام جدا ہیں۔ پہلا تعلق بدن عنصری سے اس وقت ہوتا ہے جب جنین کی حالت میں ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے۔ دوسرا تعلق پیدائش کے بعد دنیا میں۔ تیسرا تعلق نیند کی حالت میں بدن سے ہوتا ہے اس حالت میں روح کا بدن سے اتصال اور تعلق بھی رہتا ہے اور ایک قسم کی جدائی بھی ہوتی ہے۔ چوتھی قسم کا تعلق وہ ہے جو عالم برزخ میں جسد عنصری سے روح کا ہوتا ہے اگرچہ روح بدن سے جدا ہو جائے اس کا تعلق ختم نہیں ہوتا اور یہ جدائی ایسی نہیں ہوتی کہ روح کی توجہ ہی بدن کی طرف نہ ہو۔"

ظاہر ہے کہ جنین کی حالت میں روح کا تعلق جسد عنصری سے ہوتا ہے۔ بعد پیدائش دنیا میں روح کا تعلق جسد عنصری سے ہوتا ہے پھر نیند کی حالت میں بھی جسد عنصری سے ہوتا ہے تو برزخ میں پہنچ کر کیسے کانٹا بدل گیا۔ جسد عنصری سے قطع تعلق ہوا اور جسم مثالی سے یارانہ گانٹھ لیا اور ہمارے نیلوی صاحب سجاد صاحب اور قاضی صاحب ایمان بالغیب کی سعادت حاصل کرنے کے لئے لپک کے آگے بڑھے پھر یہ دیکھنا ہے کہ فرقہ کرامیہ، بعض معتزلہ اور زاغونی وغیرہ نے جو عدم اعادہ روح کا اثبات کیا ہے وہ عدم اعادہ کا حکم الی الجسد کا لگایا ہے یا جسم مثالی کا؟ پھر یہ دیکھنا ہے کہ نیلوی گروہ نے اس اثبات کا جو حکم لگایا ہے وہ وحی سے ہے

یا غیر وحی سے؟ اگر وحی سے ہے تو وحی متلو سے ہے جیسے قرآن کریم یا غیر متلو سے جیسے احادیث؟ اگر غیر وحی سے ہے تو ظاہر ہے رائے سے ہوگا۔ پھر وہ رائے صحیح ہے یا غیر صحیح ہے؟ اگر رائے صحیح ہے تو یہ رائے کل کی ہے یا بعض کی؟ اگر کل کی ہے تو اجماع ہوگا اور اگر بعض کی ہے تو قیاس ہوگا اگر غیر صحیح ہے تو فاسد ہے اس لئے ادلہ اربعہ سے جسم مثالی کا ثبوت دیں اور عدم اعادہ روح کا حکم اگر رائے غیر صحیح سے ہو اور غیر صحیح فی نفسہ ان کے نزدیک صحیح بھی ہو تو ادلہ اربعہ کے مقابلے میں غیر صحیح شمار ہوگی خواہ مطلقاً نہ ہو۔

جسم مثالی کے متعلق مولانا تھانوی نے اشرف الجواب ۳: ۲۱۳ پر لکھا ہے۔

"برزخ میں روح کے لئے کونسا جسم ہوگا۔ آیا یہی جسم عنصری ہے یا کوئی دوسرا جسم ہے اس کی تحقیق کے لئے کشف کی ضرورت ہے کیوں کہ نص اس سے ساکت ہے۔ اہل کشف کو معلوم ہوا ہے کہ عالم برزخ میں انسان کو جسم مثالی عطا ہوتا ہے جو اس جسم عنصری کا مشابہ ہوتا ہے۔"

اشرف الجواب سے ظاہر ہے کہ

(۱) جسم مثالی سے نص ساکت ہے یعنی کتاب وسنت اور اجماع امت اس سے ساکت ہے تو نص سے نہ اس کا ثبوت ملتا ہے اور نہ اس کا وجود ثابت ہے۔

(۲) اس کی تحقیق کے لئے کشف کی ضرورت ہے۔ اہل کشف کے بغیر اس سلسلے میں بات کرنا جائز نہیں اور جو دل کے اندھے ہیں اور کشف کو شرک قرار دیتے ہیں انہیں کب یہ حق پہنچتا ہے کہ کشف کو حجت کے طور پر پیش کریں۔

(۳) جب کوئی حکم شریعت سے متصادم نہ ہو تو صاحب کشف اپنے کشف پر عمل کر سکتا ہے دوسروں کے لئے اس کا کشف حجت نہیں مگر آپ کو کسی کے کشف پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھنے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا جواز کہاں سے ملا۔

تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ الحمد اللہ میں صاحب کشف ہوں بلکہ میرے سینکڑوں شاگرد صاحب کشف زندہ موجود ہیں میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ حضرت تھانویؒ صاحب کشف نہیں تھے آپ نے فرمایا کہ اہل کشف کو معلوم ہوا ہے کہ جسم مثالی ہے مگر آپ نے کسی صاحب کشف کا نام نہیں لیا جس کی طرف اسے منسوب کیا گیا ہو۔ اب حقیقت سنئے۔ برزخ میں جسم مثالی روح کو نہیں ملتا بلکہ روح کا اپنا جسم بعینہٖ اس جسم عنصری کی شکل کا ہوتا ہے جس حالت میں انسان کی موت واقع ہوتی ہے روح کے جسم کی شکل بعینہٖ وہی ہوتی ہے جو شخص خلوص دل سے ہماری ہدایات کے مطابق ذکر الہٰی شروع کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس حقیقت سے خود واقف ہو جائے گا۔

صوفیائے کرام جس عالم مثال کے قائل ہیں اس کی حقیقت بس اتنی ہے کہ ایک چیز کے دو نام ہیں علمائے ظواہر ایک نام سے پکارتے ہیں اور صوفیہ دوسرے نام سے علامہ انور شاہ صاحب نے فیض الباری میں فرمایا ہے۔

اما عند علماء الشرع فلیس ھناک الاعالمان عالم الارواح و عالم الاجساد وقد یخطر بالبال ان ماسماہ الصوفیۃ عالم المثال ھو الذی سماہ اھل الشرع عالم الارواح ای ان قال ولم یبق فرق الا فی التسمیۃ اما ماسماہ الصوفیۃ الارواح المجردۃ فلم یجث عنھا العلماء۔

"علمائے شرع کے نزدیک صرف دو عالم ہیں عالم اجساد اور عالم ارواح اور میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ جس عالم کو صوفیہ عالم مثال کہتے ہیں۔ علمائے شرع اسی کو عالم روحانی کہتے ہیں.... فرق صرف نام کا ہے۔ صوفیہ جس کو ارواح المجردہ کہتے ہیں علمائے شرع

نے اس سے بحث نہیں کی "

معلوم ہوا کہ صوفیہ جس کو عالم مثال کہتے ہیں علماء شرع اسی کو عالم ارواح کہتے ہیں اور اسی کا نام عالم برزخ ہے۔

اس سلسلے میں تعدد امثال کا معاملہ قابل غور ہے۔ اس کا ورود اولیاء اللہ سے عالم اجسام میں واقع ہوتا رہتا ہے مگر بطور خرق عادت اور کرامت کے ہوتا ہے جیسا کہ فتاوی الکبری الفقہیہ ۲: ۶

والذی قالہ المحققون الصوفیۃ ان الامر فی عالم البرزخ والآخرۃ علی خلاف عالم الدنیا فیتخصص الانسان فی صورۃ واحدۃ الا الاولیاء کما نقل عن قضیب البان وغیرہ انہ رای فی صور مختلفۃ والسر فی ذلک ان روحانیتہم غلبت علی جسمانیتہم فجاز ان یظہر فی صور کثیرۃ

" محققین صوفیہ نے فرمایا کہ عالم برزخ اور عالم آخرت کے امور عالم دنیا کے امور سے مختلف ہیں ہر انسان ایک صورت میں محدود ہوتا ہے ہاں اولیاء اللہ کو مختلف صورتوں میں دیکھا گیا ہے جیسا قضیب البان وغیرہ اس میں راز یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی روحانیت ان کی جسمانیت پر غالب آجاتی ہے اور روح کئی صورتوں میں ظہور کرتا ہے ان کے بارے میں یہ ہوسکتا ہے "

اور روح المعانی ۲۲: ۳۷

والذی یغلب علی الظن ان رویتہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ بالبصر لیست کالرویۃ المتعارفۃ عند الناس من رویتہ بعضہم لبعض وانما ھی جمعیۃ حالیۃ و

حالۃ برزخیۃ وامر وجدانی لایدرک حقیقتہ الا من باشرہ۔

"ظن غالب یہ ہے کہ نبی کریمؐ کو بعد وفات آنکھوں سے دیکھنا ایسا نہیں جیسا دنیا میں متعارف طریقے سے آدمی ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ یہ دیکھنا تو ایک خاص برزخی حالت ہے جو وجدانی امر ہے اس کی حقیقت وہی سمجھ سکتا ہے جس کو یہ رویت حاصل ہو"

یعنی تعدد امثال کا ظہور اولیاء اللہ سے بھی ہوتا ہے مگر وہ صورتا مثالی ہوتی ہے جسم مثالی نہیں ہوتا کہ اس کو برزخ میں جزا و سزا بھی ہو

اور فتاوی الکبری الفقہیہ ۲ : ۶

وقالوا ان الروح اذا کانت کلیۃ کروح نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ربما تظہر فی سبعین الف صورۃ وہم اصحاب کشف واطلاع فیسلم لہم ما قالوہ۔

"علماء نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح کی طرح جب روح تمام کمالات میں کلی ہو تو اکثر ستر ہزار صورتوں میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ یہ کلی روح والے لوگ صوفیہ اصحاب کشف و الہام ہیں پس ان کا معاملہ انہیں کو سونپ دو۔

اور روح المعانی ۲۲ : ۳۷

ولا مانع ان یتعدد الجسم المثالی : تعدد امثال میں کوئی امر مانع نہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ کثیر التعداد مثلا ستر ہزار مثالی صورتیں ہوتی ہیں۔ جسم مثالی نہیں ہوتے۔

اور روح المعانی ۲۲ : ۳۷ شیخ ابو العباس ملثمی سے نقل کیا کہ اس نے نبی کریمؐ

کو دیکھا :

انہ رای السماء والارض والعرش والکرسی مملوۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وینحل بہ السوال عن کیفیتہ رویتہ المتعددین لہ علیہ الصلوۃ والسلام فی زمان واحد فی اقطار متباعدۃ وقد سئل عن ذلک فانشدہ

کالشمس فی کبد السماء وضوءھا
یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

" اس نے آسمان زمین عرش وکرسی کو دیکھا کہ نبی کریمؐ کی صور مثالیہ سے بھری ہیں اس سے یہ سوال بھی حل ہو گیا کہ متعدد انسانوں کا متعدد مقامات پر نبی کریمؐ کو ایک ہی وقت میں دیکھنا بعید نہیں۔ جب علامہ طیبی سے سوال ہوا تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔"

آفتاب کی مانند وہ آسمان میں ہے اور اس کی روشنی مغرب مشرق کو منور کر رہی ہے۔
تعدد امثال کے سلسلے میں یہ حقیقت سامنے آگئی کہ نبی کریمؐ اور اولیاء کرام متعدد مثالی صورتوں میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں مگر ان مثالی صورتوں کو مثالی جسم قرار دینا کہاں جائز ہوا؟

شیخ ابو العباس نے جس ذاتی تجربہ کا اظہار کیا وہ نبی کریمؐ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اولیاء اللہ سے اسی امر کے اظہار کے متعلق علامہ عارف عبدالرحمٰن جامیؒ نے درۃ الفاخرہ میں فرمایا "وکذلک ارواح الکمل کما یروی عن قضیب البان الموصلیؒ انہ کان یری فی زمان واحد فی مجالس متعددۃ مشتغلا فی کل امر غیرما فی الاخر"

"اسی طرح کاملین کے ارواح کے متعلق بیان کیا جاتا ہے جیسے قضیب البان کا واقعہ کہ لوگوں نے ان کو ایک وقت میں کئی مقامات پر مختلف کاموں میں مشغول پایا"

بنیادی قانون تو یہ ہے کہ ایک وجود کی ایک ہی صورت ہوتی ہے۔ مگر جن اولیائے کرام کی روحانیت ان کی جسمانیت پر غالب آجاتی ہے ان کے وجود خرق عادت یا کرامت کے طور پر کئی صورتوں میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور یہ بھی قانون ہے کہ امور تکوینیہ اور امور خرق عادت سے امور شرعیہ و احکام شرعیہ اٹھ نہیں جاتے نہ قانون شرعی بدلتا ہے۔ مگر کرامت کے طور پر مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا ان کے وجود کی اصلی اور حقیقت نہ ہوگی کہ ان کے لئے ضروریات زندگی اہل و عیال کا وجود بھی تسلیم کر لیا جائے یا حقیقت نفس الامری بن کر ظاہر ہو۔ پھر ان مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے سے یہ کہاں لازم آیا کہ جسم مثالی کو جزا و سزا بھی ملے گی۔ ظاہر ہے کہ صورت مثالی صرف شئے دیدنی ہے بودنی نہیں۔

قضیب البان کے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک ہی شکل کے ستر آدمی زندہ نظر آتے تھے۔ چل پھر رہے تھے باتیں کرتے تھے اور روح کے بغیر زندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور روح کا مرکز تو صرف اصلی جسد عنصری میں تھا روح اپنے مرکز پر رہ کر باقی صورتوں سے تعلق رکھتا تھا جبھی تو وہ چل پھر رہے تھے اسی طرح برزخ میں روح اپنے مرکز میں قیام پذیر ہو کر مقبور کے جسد عنصری سے تعلق رکھ کر اسے زندگی بخش سکتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے بدن میت قبر میں نماز بھی پڑھ سکتا ہے جیسے روح المعانی ۲۲ : ۳۵

واما روحه علیه الصلوٰة والسلام التی هی اکمل الارواح فتجرد و تتعدد بایان تکون فی ت و تطورت و تظهرت بصورة

مرئیہ تبلات الروحیۃ مع بقاء تعلقہا بجسدہ الشریف الحی فی القبر السامی المنیف الی ان قال واما جسد مثالی تعلقت بہ روحہ صلی اللہ علیہ وسلم المجرّدۃ القدسیۃ ولا مانع ان یتعدد الجسد المثالی الی مالا یحصی من الاجساد مع تعلق روحہ القدسیۃ علیہ من اللہ الف الف صلوٰۃ وتحیۃ بکل جسد منہا ویکون ھذا التعلق من قبیل تعلق الروح الواحد باجزاء بدن واحد۔

"اور نبی کریمؐ کا روح مبارک جو تجرد اور تقدس کے اعتبار سے تمام ارواح سے اکمل ہے کئی مرئی صورتوں میں ظہور پذیر ہوا باوجودیکہ روح کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے جو قبر شریف میں مدت سے زندہ ہے رہا جسد مثالی کا سوال تو اس کے ساتھ بھی تعلق ہے جو لوگوں نے کئی مقامات پر دیکھا اور اس میں کوئی شرعی و عقلی مانع نہیں کہ جسد مثالی[۱] متعدد ہو گئے جن کی تعداد شمار میں نہیں آسکتی۔ روح کا تعلق ان اجساد مثالیہ سے بھی ایسا ہے جیسے روح کا تعلق جسم واحد میں مختلف اجزائے بدن سے ہوتا ہے"

معلوم ہوا ہے کہ روح کا تعلق اصل میں مرکزی وجود عنصری سے ہوتا ہے ان اجسام مثالیہ مرئیہ سے جو تعلق ہے وہ ایسا ہے جیسے روح کا اجزائے بدن سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معراج کی رات حضورؐ نے حضرت موسیٰؑ کو مختلف مقامات پر دیکھا چنانچہ فتح الباری ۶ : ۱۴۹

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت موسیٰ لیلۃ اسری بی قائما یصلی فی قبرہ فدل ذلک علی انہ اسری بہ لما مر

---

[۱] یہاں اجساد مثالیہ سے مراد صور مثالیہ ہیں ورنہ جسم مثالی کے قائلین پر ایسے اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا

قلت وليس ذلك بلازم بل يجوز ان يكون لروحه اتصال بجسده فى الارض فلذلك تيمكن من الصلوٰة وما وحه مستقرة فى السماء.

"حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا میں نے معراج کی رات حضرت موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ کہ حضرت موسیٰؑ کو بھی اس رات معراج کرایا گیا حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ زمین میں قبر کے اندر جسد سے روح کا اتصال ہو اور اس اتصال کی وجہ سے بدن میں قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ قبر میں نماز پڑھنے پر قادر ہو جائے اور روح کی قرارگاہ آسمان ہی ہو" اور ابن الہادی نے "الصارم" میں علامہ سبکی کے رد میں فرمایا۔

وقول اهل السنة من الفقهاء والمحدثين وغيرهم ان الروح ذاة قائمة بنفسها لها صفات تقوم بها وانها تفارق البدن الى ان قال وقد تعلقت بالبدن تعلقا يقتضى رد السلام على من سلم وهى فى مستقرها فى عليين مع الرفيق الاعلى وقد مر النبى صلى الله عليه وسلم ليلة الاسراء على موسىٰ قائما يصلى فى قبره الى ان قال بل هى فى مستقرها ولها تعلق بالبدن قوى حتى حمله على الصلوٰة (ص ٨٩-٨٨)

اور ومن لم ينشرح صدره لفهم هذا والتصديق به فلا يبادر الى رده وانكاره بغير علم فان الارواح شان آخر غير شان الابدان (ص ٩١)

"اہل السنت والجماعت کے فقہاء محدثین اور علمائے متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ روح ایک قائم بالذات وجود ہے اس کے اوصاف ہیں موت کے وقت بدن سے جدا ہو جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس جدائی کے بعد بھی بدن سے اس کا اتنا تعلق رہتا ہے کہ سلام کا جواب دیتا ہے (نماز پڑھتا ہے) اپنے مرکز میں رہ کر بھی بدن سے اتنا قوی تعلق ہوتا ہے کہ نماز پر قادر ہوتا ہے۔"

"جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کے سمجھنے کے لئے نہیں کھولا وہ انکار کرنے میں جلدی نہ کرے (جہالت کی وجہ سے) کیونکہ روح کی شان اور ہے بدن عنصری کی شان اور ہے۔"

روح المعانی میں اس اتصال کے متعلق ایک اصولی بات بیان ہوئی ہے۔

اما فی اصل التعلق او فی نفس الحیاۃ بناءعلی انہا من المشکک لا المتواطی۔

"بہر حال بدن سے روح کا تعلق یا حیات بدن کلی مشکک ہے کلی متواطی نہیں ہے۔"

یعنی کسی مکان میں تعلق زیادہ ہو جائے یا کسی زمانہ میں زیادہ ہو جائے جیسے قبور انبیاء اور بیت المقدس میں مکان کے اعتبار سے اور معراج کی رات میں زمانہ کے اعتبار سے تعلق زیادہ ہو جائے۔

گذشتہ صفحات میں پانچ قسم کا تعلق بیان ہوا ہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ روح کا تعلق قبر میں جسد عنصر سے ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے بطن مادر میں جنین سے تھا یعنی جسد انسانی بغیر روح ۴ ماہ دس۱۰ دن تک

نشوونما پاتا رہا پھر روح جسد جنین میں داخل ہوئی، مگر اس کے بعد بھی متعارف طریقہ سے نہ بولتا ہے نہ متعارف طریقہ سے اسے غذا ملتی ہے نہ بول و براز کی نوبت آتی ہے۔ گو اس میں بولنے سننے اور دسنے چلانے وغیرہ کی قوت موجود ہوتی ہے اسی طرح قبر میں جسد انسانی دیکھتا سنتا اور غذا حاصل کرتا ہے مگر متعارف طریقہ سے نہیں بلکہ غیر متعارف طریقہ سے اور قبر میں زندہ ہوتا ہے جیسے جنین بطن مادر میں زندہ ہوتا ہے اس لئے قبر میں جسمانی زندگی اور روح اور جسم کے متعلق سے انکار کرنا نری جہالت ہے۔

اعادہ روح اور جسم مثالی کے متعلق مزید معلومات درکار ہوں تو ہماری کتاب "حیات برزخیہ" کا مطالعہ کیجئے۔

قرآن کریم اور حیات انبیاء

قال اللہ تعالیٰ وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا الخ

اس آیت کی تفسیر میں دو امور پر بحث کی جائے گی اول مقام نزول آیت

دوم انبیاء کرام سے پوچھنے کی صورت۔

۱۔ مقام نزول آیت:۔ تفسیر برہان علامہ بدرالدین زرکشی ۱:۱۹۳

ما نزل ببیت المقدس قولہ تعالیٰ واسئل الخ نزلت علیہ

لیلۃ اسری بہ۔

" قرآن کریم کا جو حصہ بیت المقدس میں نازل ہوا وہ آیت واسئل الخ ہے

معراج کی رات میں نازل ہوئی"

۲۔ تفسیر اتقان ۱:۰۰

قال ابن جبیب نزلت ببیت المقدس لیلۃ الاسریٰ۔

" ابن حبیب نے کہا کہ یہ آیت بیت المقدس میں معراج کی رات

میں نازل ہوئی"

(۳) تفسیر در منثور ص ۱۹

عن سعید بن جبیر قال لیلۃ اسری بہ لقی الرسل دفیہ

وعن مزید فی قولہ واسئل الخ قال جمع اللہ اسرای

بہ ببیت المقدس۔

" سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ کی ملاقات انبیاء کرام سے شب معراج

میں موسیٰ اور زید سے روایت ہے کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام کو شب معراج میں حضور کے لئے جمع کیا گیا۔"

ثابت ہوا کہ یہ آیت بیت المقدس میں نازل ہوئی اور معراج کی رات میں نازل ہوئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ پوچھنے کا جو حکم ملا اس کی تعمیل کے لئے انبیاء کرام کا اجتماع ہوا چنانچہ

(۱) تفسیر فتح القدیر علامہ شوکانی ص ۵۵۵

و سئل من ارسلنا الخ قال الزهری وسعید بن جبیر و ابن زید ان جبرئیل قال ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لما اسری بہ فالمراد سوال الانبیاء فی ذلک الوقت عند ملاقاتہ لہم صلی اللہ علیہ وسلم و بہ قال جماعۃ من السلف

"زہری سعید بن جبیر اور ابن زید نے کہا کہ شب معراج جبرئیل نے نبی کریم سے عرض کیا کہ انبیاء سے سوال کریں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء سے ملاقات کے وقت یہ سوال کرنے کو کہا۔ سلف صالحین کی ایک جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔"

(۲) تفسیر روح المعانی ۲۴: ۱۵۰

کما یدعی لنفسہ الشیخ محی الدین قدس سرہ مع غیر واحد من الانبیاء و یدعی ان الامر بالسوال المستدعی للاجتماع ایضا

"شیخ اکبر نے دعویٰ کیا کہ کئی انبیاء سے میری ملاقات ہوئی ہے ظاہر ہے کہ انبیاء سے سوال کرنا اجتماع کو چاہتا ہے ملاقات کے بغیر سوال

کیا معنیٰ ؟"

(۳) تفسیر خازن و معالم ص۱۳۶-۱۳۷

فروی عن ابن عباس وفی روایت عنہ لما اسری بہ ای بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث اللہ آدم و اولادہ من المرسلین فاذن جبرئیل ثم اقام وقال تقدم یا محمد فصل بہم فلما فرغ من الصلوۃ قال لہ جبرئیل اسئل یا محمد من ارسلنا ھکذا قول الزھری وسعید بن جبیر وابن زید قالوا جمع لہ الرسل لیلۃ اسری بہ وامران یسأل وقال بعضہم ھذہ الایۃ نزلت ببیت المقدس۔

"ابن عباس سے مروی ہے کہ جس رات حضور اکرمؐ کو معراج ہوا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد میں کے تمام انبیاء کو اٹھایا۔ اور بیت المقدس میں اکٹھا کیا۔ جبرئیل نے اذان کہی پھر اقامت کہی اور کہا اے محمد آگے بڑھئے اور انبیاء کو نماز پڑھایئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو جبرئیلؑ نے نبی کریم سے کہا کہ انبیاء سے سوال کریں۔ یہی قول زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا ہے انہوں نے کہا کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء کو حضور اکرمؐ کی خاطر جمع کیا گیا تھا اور حضورؐ سے کہا گیا تھا کہ ان سے پوچھئے۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت ہی بیت المقدس میں نازل ہوئی"

(۴) تفسیر مظہری ص۳۵۳

عن ابن عباس قال لما اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث اللہ لہ آدم و اولادہ من المرسلین الی ان قال جبرئیل تقدم یا محمد فصل بہم فلما فرغ من الصلوۃ قال جبرئیل

سل یا محمد من ارسلنا الخ

(۵) تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۹

قال عبدالرحمن بن زید بن مسلم و اسئلھم لیلۃ الاسراء

فان الانبیاء صلوات اللہ جمعوا لہ و فی جلالین قیل ھو

علی ظاھرہ بان جمع لہ الرسل لیلۃ الاسراء

و فی تفسیر کرخی قال الزھری و سعید بن جبیر و ابن

عباس و فی روایۃ ابن عطاء ان اللہ لما جمع لہ الرسل

لیلۃ المعراج فی بیت المقدس و فرغ من الصلوۃ نزلت

ھذہ الآیۃ و الانبیاء حاضرون لدیہ۔

خلاصہ یہ کہ معراج کی رات انبیاء کو حضور اکرمؐ کی خاطر جمع کیا گیا یہ آیت اپنے ظاہری معنوں پر ہے یعنی انبیاء کرام کی ذات سے سوال کیا گیا اور یہ آیت بیت المقدس میں اس وقت نازل ہوئی جب حضور اکرمؐ انبیاء کرام کو نماز پڑھا چکے۔

(۶) تفسیر جمل

و فی روایۃ ابن عباس فصلوا خلف رسول اللہ سبعۃ

صفوف المرسلین ثلاثۃ صفوف، و النبیون اربعۃ

صفوف و کان یلی ظھر رسول اللہ ابراھیم خلیل اللہ

و علی یمینہ اسمٰعیل علیہ السلام و علی یسارہ اسحٰقؑ ثم موسیٰ

ثم سائر المرسلین فصلی بھم رکعتین فلما انفتل قام فقال ان

ربی اوحیٰ الیّ ان اسئلھم۔

"ابن عباس کی روایت میں ہے کہ نبی کریمؐ کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے انبیاء کی سات صفیں تھیں۔ تین صفیں رسولوں کی اور چار صفیں

نبیوں کی تھیں۔ نبی کریمؐ کی پشت کے ٹھیک پیچھے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کھڑے تھے ان کے دائیں جانب حضرت اسماعیل اور بائیں جانب حضرت اسحٰق تھے۔ پھر باقی رسول تھے آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے وحی کی ہے کہ آپ حضرات سے توحید کے متعلق سوال کروں۔"

(۷) تفسیر کشاف زمخشری صہ ۲۵۴

وقیل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع لہ من الانبیاء لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس فامھم۔

(۸) تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر کبیر، ۲۳۰:۴ اور تفسیر قرطبی ۱۶: ۹۴

قال ابن عباس وابن زید لما اسری برسول اللہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی وھو مسجد بیت المقدس بعث اللہ لہ آدم ومن ولد من المرسلین وجبرئیل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذن جبرئیل ثم اقام الصلوۃ ثم قال یا محمد تقدم فصلی بھم فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ جبرئیل یا محمد سل من ارسلنا من قبلک الی ان قال ابن عباس وکانوا سبعین نبیا منھم ابراھیم وموسیٰ وعیسی علیھم الصلوٰۃ والسلام فلم یسألھم ومن غیر ابن عباس فصلوا خلف رسول اللہ سبعۃ صفوف المرسلون ثلاثۃ صفوف والنبیون اربعۃ وکان یلی ظھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراھیم خلیل اللہ وعن یمینہ اسمٰعیل وعلی یسارہ اسحٰق ثم موسیٰ

ثم سالوا المرسلین فامهم رکعتین فلما انفتل فقال ان ربی اوحی
الیّ ان اسئلکم وقال سعید بن جبیر فی قوله تعالی واسئل من
ارسلنا الخ قال لقی الرسل لیلۃ اسری به وقال ولید بن
مسلم فی قوله تعالی واسئل من ارسلنا قال ساکت عن ذلك
خلید بن دعلیج فحدثنی عن قتادہ قال سالهم لیلۃ اسری
به لقی الانبیاء ولقی آدم وخازن النار قلت هذا هو الصحیح فی
تفسیر هذه الآیۃ۔

خلاصہ ترجمہ روایت گزر چکا ہے آخر میں امام قرطبی کہتے ہیں کہ آیت کی صحیح
تفسیر یہی ہے یعنی آیت اپنے ظاہری معنی پر رکھی جائے اور ملاقات روح مع الجسم
ہوئی صرف ارواح سے ملاقات نہیں تھی اور حضور کی اقتدا میں انبیائے کرام نے
جو نماز پڑھی وہ روح مع الجسم پڑھی۔

ظاہر ہے کہ انبیائے سابقین کو دنیا میں مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا اور
روح مع الجسد بھیجے گئے تھے اور مخلوق کو دین کی دعوت ان کے اجسام مع الارواح نے
دی۔ ان تمام تفاسیر میں کہیں یہ اشارہ تک نہیں پایا جاتا کہ ارواح جمع ہوئے ارواح
نے نماز پڑھی۔ ارواح سے ملاقات کی بلکہ ہر جگہ انبیاء کا لفظ آیا ہے اور جب اسے
اپنے ظاہری معنوں پر رکھیں گے تو روح مع الجسد ہی مراد ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ حضور کو یہ حکم دیا گیا اور اس کی تعمیل کی صورت یہ بھی سابقہ انبیاء
کی امتوں سے پوچھیں یا سابقہ کتب آسمانی دیکھیں یہ دونوں احتمال اول تو قرآن کریم
کو اپنے ظاہر سے پھیرنا ہے اور بغیر دلیل کے محض ایک فرضی احتمال کی بنا پر قرآن کریم
کے الفاظ کو من مانے معنی پہنانا صرف جرأت بے جا نہیں بلکہ دیدہ دلیری ہے۔

امام رازی نے ایک اصولی بات کہہ دی کہ

وکذلک کل ما ورد فی کتاب اللہ بل القانون انہ یجب
حمل کل لفظ ورد فی القرآن علی حقیقتہ الا اذا قامت
دلالۃ عقلیۃ قطعیۃ توجب الانصراف عنہ ومن لم یعرف
شیئا لم یخض فیہ ۔

(تفسیر کبیر ۶ : ۵)

" اور اسی طرح جو کتاب اللہ میں وارد ہے بلکہ قانون یہ ہے کہ ہر لفظ
قرآن کو اپنے ظاہری محل پر محمول کیا جائے اور حقیقی معنوں پر رکھا جائے
ہاں کوئی قرینہ یقینی اور قطعی تقاضا کرے تو اور بات ہے جو شخص ان
باتوں کو نہیں جانتا وہ اس بحث میں نہ پڑے یعنی عدول کا قرینہ کوئی
نہیں تو لفظ کو اپنے ظاہری حقیقی معنوں پر رکھا جائے "

اور تفسیر اتقان اور تفسیر البرہان میں یہی اصول لکھا ہے کہ قرآن کریم کے حقیقی و
متبادر معنی سے اس وقت عدول کیا جائے جب کوئی عقلی یا نقلی قرینہ ایسا کرنے پر
مجبور کر دے" اور یہاں نہ کوئی قرینہ ہے نہ مجبوری ۔ ان دونوں احتمالات کا تجزیہ
کیا جائے تو سوال ابھرتا ہے کہ کتب یہود و نصاریٰ کے سوا کوئی آسمانی کتاب موجود
نہیں تھی اور یہ کتاب محرف و متغیر ہو چکی تھیں پھر ان کے مطالعہ سے کونسی حقیقت سامنے
آسکتی تھی اور امتیں بھی یہی دو موجود تھیں ان سے توحید کا سوال کرنے سے یہی جواب
مل سکتا تھا عزیر ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ ہے تو اس سے حاصل کیا ہوتا لہٰذا یہ دونوں
احتمال باطل ہیں اور اس موقع پر انبیاء روح مع جسم جمع ہوتے تھے ۔

۲۔ قال تعالیٰ ولقد آتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ
من لقائہ

اس آیت کی تفسیر میں متقدمین اور متاخرین مفسرین کا حاصل تحقیق یہ ہے :۔

(۱) تفسیر روح المعانی ۲۱ : ۱۳۷

فلا تکن فی مریۃ من لقائہ واخرج الطبرانی وابن مردویہ والضیاء فی المختارۃ بسند صحیح عن ابن عباس انہ قال فی الآیۃ ای من لقاء موسی واخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیہ انہ قال کذلک فقیل لہ اولقی علیہ الصلوٰۃ والسلام موسیٰ قال نعم الا ترٰی الی قولہ تعالیٰ واسئل من ارسلنا الخ واراد بذلک لقائہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاہ لیلۃ الاسراء کما ذکر فی الصحیحین وغیرھما وروی نحو ذلک عن قتادہ وجماعۃ من السلف وقال المبرد حین امتحن الزجاج بھذہ الآیۃ وکان المراد من قولہ فلا تکن فی مریۃ من لقائہ علی وعدہ تعالیٰ بنبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بلقاء موسیٰ وتکون الآیۃ نازلۃ قبل الاسراء

"طبرانی ابن مردویہ اور مختارہ نے سند صحیح سے ابن عباس سے روایت کی لقا سے مراد یہی ملاقات موسیٰؑ ہے۔ ابوالعالیہ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرمؐ کی حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی؟ فرمایا ہاں ہوئی کیا تم نے نہیں دیکھا فرمان باری ہے واسئل من ارسلنا الخ سے مراد شب معراج میں موسیٰؑ سے ملاقات ہے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں موجود ہے اسی طرح قتادہ اور ایک جماعت سلف صالحین سے بھی مروی ہے اسی طرح جب زجاج نے مبرد سے اس آیت کے متعلق امتحان لیا تو مبرد نے بھی یہی کہا اور آیت میں موسیٰؑ سے ملاقات کا وعدہ ہے اور یہ آیت معراج سے پہلے نازل ہوئی۔"

یعنی اس آیت میں ملاقات موسیٰؑ کا وعدہ ہے جو معراج کی رات میں پورا ہوا۔

(۲) تفسیر ابن کثیر ۱ : ۳۷۴

قال قتادہ حدثنی ابن عم نبیکم یعنی ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت لیلۃ اسری بی موسی بن عمران رجلا آدم طوالا وقال ابن عباس فلا تکن فی مریۃ من لقائہ انہ قد رای موسی ولقی موسی لیلۃ اسری بہ۔

یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا شب معراج میری ملاقات حضرت موسیٰؑ سے ہوئی وہ گندم گوں لمبے قد کے ہیں نیز کہا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضورؐ کی ملاقات ہوئی۔

(۳) تفسیر فتح القدیر شوکانی ص ۲۵۶

وقال الواحدی قال المفسرون وعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیلقی موسیٰؑ قبل ان یموت ثم لقیہ فی السماء وبیت المقدس حین اسری بہ

"مفسرین کا بیان ہے کہ حق تعالیٰ نے نبی کریمؐ سے وعدہ کیا تھا کہ عنقریب حضرت موسیٰؑ سے آپ کی ملاقات ہوگی چنانچہ آپ کی ملاقات آسمان پر بھی ہوئی اور بیت المقدس میں بھی ہوئی جب حضورؐ معراج پر گئے"

(۴) تفسیر قرطبی ص ۱۶۸

فلا تکن یا محمدؐ فی شک من لقاء موسیٰ وقد لقیہ لیلۃ اسری بہ

"اے محمدؐ! آپ موسیٰؑ سے ملاقات میں شک نہ کریں اور شب معراج میں آپ کی ملاقات ہوئی ہے"

(۵) تفسیر کبیر ۵۶۵

معناه فلا تکن فی شک من لقاء موسیٰ فانک تراه و تلقاه

یعنی یقیناً آپ انہیں دیکھیں گے ان سے ملیں گے۔

(۶) تفسیر معالم

فلا تکن فی شک من لقاء موسیٰ لیلۃ المعراج

(۷) تفسیر خازن

فلا تکن فی مریۃ من لقائہ ای من لقاء موسیٰ لیلۃ

المعراج۔

ان آیات قرآنی سے موسیٰؑ سے ملاقات کا وعدہ۔ پھر ملاقات کا ہونا انبیاء کا جمع ہونا۔ بیت المقدس میں حضور کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہو گیا۔ صورت ملاقات میں جو اختلاف ہے اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

(۸) فتح الملہم مع مسلم شریف ۱ : ۳۲۹

ولقد آتینا موسی الکتاب الخ قال وقد کان قتادہ یفسرھا ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد لقی موسیٰؑ و فی الکتاب قیل لقائک موسیٰؑ لیلۃ الاسراء وکان قتادہ یفسرھا ان نبی اللہ قد لقی موسیٰؑ و وافقہ علیہ جماعۃ منھم المجاھد والکلبی والسدی ومعناہ فلا تکن فی شک من لقائک موسیٰؑ الی ان قال وقد جمع البیہقی کتابا لطیفا فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم اورد فیہ حدیث انس الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اخرجہ من طریق یحیی من کثیر وھو من رجال الصحیح عن المسلم بن سعید وقد وثقہ

احمد وابن حبان عن الحجاج الاسود وھو ابن ابی زیاد
البصری وقد وثقہ احمد وابن معین عن ثابت عنہ و
اخرجہ ایضاً ابویعلی فی مسندہ من ھذا الوجہ وشاھد
ھذا الحدیث ما ثبت فی صحیح مسلم من روایۃ حماد بن سلمہ
عن ثابت عن انس رفعہ۔ مررت بموسی لیلۃ اسری
بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ واخرجہ
ایضا من وجہ آخر عن انس فان قیل ھذا خاص لموسیٰ
قلنا قد وجد فالہ شاھدا من حدیث ابی ھریرہ واخرجہ
مسلم ایضا من طریق عبداللہ بن فضل عن ابی سلمہ عن ابی
ھریرہ رفعہ لقد رایتنی الی ان قال ورایتنی فی جماعۃ
من الانبیاء فاذا قائم یصلی واذا عیسی بن مریم قائم
یصلی واذا ابراھیم قائم یصلی الی ان قال ومن شواھد الحدیث
ایضا ما اخرجہ ابوداؤد من حدیث ابی ھریرہ رفعہ
وقال فیہ وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم سندہ
صحیح واخرجہ ابو الشیخ فی کتاب الثواب سندہ جید من
صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیا ابلغتہ وعند
ابی داؤد والنسائی وصححہ ابن خزیمہ وغیرہ عن اوس
بن اوس رفعہ فی فضل یوم الجمعۃ فاکثروا علی فیہ
من الصلوۃ فان صلوتکم معروضۃ علی قالوا یارسول اللہ
وکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال ان اللہ حرم
علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

خلاصہ یہ کہ اس آیت کی تفسیر قتادہ اور مفسرین کی ایک جماعت نے یہی کی ہے کہ نبی کریم نے حضرت موسیٰ سے ملاقات کی اور امام بیہقی نے حیات انبیاء کے بارے میں ایک عمدہ کتاب لکھی ہے اس میں یہ حدیث لکھی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اس کے شواہد بھی موجود ہیں اور یہ ملاقات صرف حضرت موسیٰ سے مختص نہیں بلکہ ابوہریرہ کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کو کھڑے نماز پڑھتے دیکھا حضرت ابراہیم کو نماز پڑھتے دیکھا اور حضور نے صحابہ کی حیرت کو دور کرتے ہوئے وضاحت فرمادی زمین کو اس امر کی اجازت نہیں کہ انبیاء کے بدن بوسیدہ کرے لہذا بدن انبیاء سلامت روح کا تعلق قائم لہذا جو کو کثرت سے درود بھیجا گروہ تحفہ حضور کو پیش کیا جاتا ہے۔

(۹) فتح الملہم ا، ۳۳۰

حضرت یونس اور حضرت موسیٰ کے بعد موت حج کرنے پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون فلا مانع ان یحجون قال القرطبی حببت الیھم العبادۃ فھم تیعبدون بما یجدون من دواعی انفسھم

" انبیاء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے پھر اس امر میں کوئی مانع نہیں کہ وہ حج کریں علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ انبیاء کو عبادت بڑی محبوب ہے جب اپنے اندر داعیہ پاتے ہیں عبادت کرتے ہیں۔"

اس روایت میں جہاں اخرجہ ایضا ابویعلی فی مسندہ من ھذا الوجہ لکھا ہے دوسرے مقام پر ص ۱۲، ۳۱۱ میں اس کے بعد

لکھا ہے واخرجہ البزار لکن وقع عندہ عن حجاج بن الصواف وھو وھم والصواب حجاج الاسود کما وقع التصریح بہ فی روایت البیھقی۔

اس کے بارے میں نذا نے حق ص۲۵۶ پر لکھا ہے کہ ربما وھم مسلم بن سعید کے متعلق ابن حجر نے فتح میں لکھ دیا کہ یہ وہم محدث بزار کو ہوا حجاج الاسود لکھنا تھا مگر حجاج الصواف لکھ دیا تو یہ وہم راوی کو ہوا خود مسلم بن سعید صاحب وہم نہیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو رجال بخاری سے شمار کیا ہے امام احمد رئیس المحدثین نے اس کی توثیق کی ابن حبان اور ابن معین نے توثیق کی پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس حدیث کے اور شواہد بھی موجود ہیں پھر سند پر اعتراض کیسا؟

بیت المقدس میں انبیاء کا جمع ہونا

۱۔ فتح الباری ۷: ۱۴۷، ۱۴۶

واما الذین صلوا معہ فی بیت المقدس فیحتمل الارواح

خاصۃ ویحتمل الاجساد بارواحھا

" بیت المقدس میں انبیاء کے نماز پڑھنے میں احتمال ہے کہ صرف روحوں

نے نماز پڑھی اور یہ احتمال بھی ہے کہ روح مع جسم نے نماز پڑھی۔"

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱۱: ۱۵۷

الذین صلوا معہ فی بیت المقدس ..... ثم اجسادھم کارواحھم

لطیفۃ غیر کثیفۃ فلا مانع لظہورھم فی عالم الملک والملکوت

علی وجہ الکمال بقدرۃ ذی الجلال ومما یؤید تشکل الانبیاء

وتقوھم علی وجہ الجمع بین اجسادھم وارواحھم قولہ فاذا

موسیٰ قائم یصلی فان حقیقۃ الصلوۃ وھی الاتیان بالافعال

المختلفۃ انما تکون للاشباح لاللارواح

" ..... ان انبیاء کے جسم ان کی روحوں کی مانند لطیف تھے لہذا اس میں

کوئی امر مانع نہیں کہ وہ اجسام عالم دنیا اور عالم ملکوت میں ظاہر ہوں

جیسا کہ معراج کی رات میں انبیاء مع اجساد پھرتے رہے اس کی دلیل

فرمان رسول ہے کہ موسیٰ کو دیکھا کھڑے نماز پڑھ رہے تھے پس نماز

کی حقیقت مختلف اعمال کا بجالانا ہے اور ان کا بجالانا جسموں کا کام

ہے روح کا نہیں۔"

(۳) مرقاۃ ۱۱ تا ۵ ج ۱

قال الحافظ السیوطی استشکل رؤیۃ الانبیاء فی السموات مع ان اجسادھم مستقرۃ فی قبورھم واجیب بان ارواحھم تشکلت بصور اجسادھم او احضرت اجسادھم لملاقاۃ النبی تلک اللیلۃ تشریفالہ وتکریمالہ

"علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ انبیاء کے جسم تو قبروں میں تھے وہ آسمان پر کیسے گئے تو جواب یہ ہے کہ یا تو روح نے بدن کی شکل اختیار کی یا حضورؐ کی تعظیم کے لئے جسموں سمیت حاضر کئے گئے۔"

(۴) فتح الباری ۷ ج ۱

وقد استشکل رؤیۃ الانبیاء فی السموات مع اجسادھم مستقرۃ فی قبورھم بالارض واجیب بان ارواحھم تشکلت بصور اجسادھم او احضرت اجسادم لملاقاۃ النبی تلک اللیلۃ تشریفالہ وتکریما ویؤیدہ حدیث عبدالرحمٰن بن ھاشم عن انس ففیہ وبعث لہ آدم ومن دونہ من الانبیاء۔

یعنی وہی بات ہے جو علامہ سیوطی کہہ چکے ہیں۔ اضافہ یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن ہاشم کی حدیث جو حضرت انسؓ سے روایت کی گئی ہے اس کی تائید کرتی ہے کہ حضورؐ کی خاطر حضرت آدم اور دیگر انبیاء کو اٹھا کر حاضر کیا گیا۔

ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں۔

(۱) بیت المقدس میں جو انبیاء جمع ہوئے اور نماز پڑھی وہ ان کے روح تھے یا روح معہ جسم تھے۔

(۲) اور علی القاری نے دوسرے احتمال کی تائید کی ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ نماز پڑھنا نرے روح کا کام نہیں نماز کے مختلف اعمال اسی صورت میں بجا لائے جا سکتے ہیں جب روح اور جسم کا اتصال ہو۔

(۳) ایک احتمال یہ ہے کہ روح نے بدن کی شکل اختیار کر لی اس سے جسم مثالی کا عقیدہ لغو ثابت ہوتا ہے۔

(۴) برزخ میں جسم عنصری بھی روح کی طرح لطیف ہو جاتا ہے اس کے احکام بھی لطیف ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ عالم لطیف میں ہوتا ہے۔

(۵) شب معراج میں انبیاء کرام مع اجساد حاضر ہوئے اس کی تائید آیات قرآنی سے ہوتی ہے جو پیش کر دی گئی ہیں۔

اب ہم وہ اقوال پیش کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ برزخ میں روح مع الجسم کا زندہ موجود ہونا نہ تو عقلاً محال ہے نہ نقلاً شک کی گنجائش ہے۔

۱۔ فتح الباری ۶ : ۳۱۲

فیحمل علی انہ رای موسیٰؑ قائم یصلی فی قبرہ ثم عرج بہ ہو من ذکر من الانبیاء الی السموت فلقیہم النبیؐ ثم اجتمعوا فی بیت المقدس فحضرت الصلوٰۃ فامہم نبینا قال وصلوتہم فی اوقات مختلفۃ وفی اماکن مختلفۃ لا یرد ہ العقل وقد ثبت بہ النقل فدل ذلک علی حیاتہم

خلاصہ یہ ہے کہ جیسے حضورؐ کو معراج کرایا گیا ایسے ہی ان انبیاء کو معراج کرایا گیا جن کا ذکر ہوا ہے اور مختلف وقتوں میں مختلف جگہوں میں حاضر ہونا عقلاً جائز ہے اور نقلاً ثابت ہے اور یہ چیز حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہے۔

۲۔ مرقاۃ ۳ : ۲۴۱

وحلولهم فی اوقات مختلفۃ فی اماکن متعددۃ جائز عقلا

کما ورد بہ خبر الصادق

"شب معراج میں انبیائے کرام کا مختلف وقتوں میں اور مختلف مکانوں میں

حلول کرنا، حاضر ہونا عقلاً جائز ہے جیسا کہ نبی کریمؐ کی حدیث سے

ثابت ہے۔"

۳۔ الجوھر المنظم علامہ ابن حجر مکی ص ۲۵

وفی اخری انہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیھم فی جماعۃ الانبیاء

بالسموٰت فکلمھم وکلموہ وقال البیھقی کل ذلک صحیح وقد رای

موسیؑ قائما یصلی فی قبرہ ثم یسری بموسیؑ وغیرہ الی بیت المقدس

کما اسری نبینا فیراھم فیہ ثم یعرج بھم الی السموٰت کما عرج

نبینا فیراھم فیھا کما اخبرھم وحلولھم فی اوقات مختلفۃ

بامکنۃ مختلفۃ جائز عقلا کما ورد بہ خبر الصادق وفی

کل ذلک دلالۃ علی حیاتھم۔

یعنی انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف مکانوں میں موجود ہونا عقلاً جائز

ہے اور نقلاً ثابت ہے اور یہ بات ان کی حیات پر دلالت کرتی ہے۔

(۴) القول البدیع علامہ سخاوی ص ۱۶۸

وفی حدیث ابی ذر ومالک بن صعصعۃ فی قصۃ المعراج انہ

لقیھم فی جماعۃ من الانبیاء بالسموٰت فکلمھم وکلموہ وکل

ذلک صحیح لایخالف بعضہ بعضا فقد رای موسیؑ قائما یصلی فی قبرہ

ثم یسری بموسیؑ وغیرہ الی بیت المقدس کما اسری بنبینا

فیراھم فیہ ثم یعرج بہ الی السموٰت کما عرج نبینا فیراھم فیھا

کما اخبر قال وحلولھم فی اوقات مختلفۃ مواضع

مختلفۃ جائز عقلا کما ورد بہ خبر الصادق و فی کل ذلک
دلالۃ علی حیاتھم

الجوہر المنظم کی عبارت یہی ہے یہاں راویان حدیث کا نام بیان ہوا ہے اور
اس واقعہ کی تفصیلات سے صاف طور پر حیات انبیا ثابت ہوتی ہے۔

۵۔ دلائل النبوۃ بیہقی ۲: ۱۳۵

فی الحدیث الصحیح عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعہ و
عن انس وعن ابی ذر ان النبیؐ رای موسیٰؑ بن عمران فی السماء
السادستہ ولیس بین ھذہ الاخبار منافاۃ فقد تراہ فی میرہ
وانما یصلی فی قبرہ لم لیسار بہ الی بیت المقدس کما اسری
بالنبیؐ فیراہ فی السماء وکذلک سائر من راہ من الانبیاء فی
الارض ثم فی السماء والانبیاء احیاء عند ربھم کالشھداء فلا
ینکر حلولھم فی اوقات بمواضع مختلفات کما ورد بہ خبر الصادق
یعنی موسیٰؑ کو آسمان پر بھی دیکھا اور قبر بھی نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھا اس میں
کوئی منافات نہیں اور انبیاء کرام اپنے رب کے پاس زندہ ہیں جیسے شہداء
پس اس امر کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

نبی کریمؐ کی ملاقات کے لئے اجساد انبیاء مع الارواح حاضر ہوئے وہی اجساد
جو زمین سے مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کا مستقر بھی حدیث میں اجسادھم مستقرۃ
فی قبورھم سے بیان ہوا اور قرآن کریم میں منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم و
منھا نخرجکم تارۃ اخریٰ۔ ان الفاظ سے حقیقت تو ظاہر ہے مگر جن کے ذہن ہیا
کجی سہو جن کی سوچ ٹیڑھی ہو اور جو بر خود غلط ہوں وہ کوئی راہ نکال ہی لیتے ہیں
چنانچہ نیلوی صاحب نے ندائے حق میں زمین سے برزخ کی زمین مراد لی ہے۔

مگر ایک معمولی عقل وفہم کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ منہا خلقناکم ۔ وفیہا نعیدکم ظاہر ہے کہ جس زمین سے پیدا کیا اسی میں لوٹایا جاتا ہے ۔ کیا کوئی انسان ایسا بھی پایا جاتا ہے جو برزخی زمین سے پیدا کیا گیا ہو تاکہ اسی میں اس کو لوٹایا جائے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی مزید توثیق فرمادی کہ الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا ۔ تو کیا زندگی میں وہ برزخی زمین پر رہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی وہی برزخی زمین اس کا ٹھکانا ہو جو زمین زندہ اور مردہ دونوں کے لئے کافی ہے وہ تو یہی زمین ہے جسے ہر شخص جانتا ہے برزخی زمین مراد لینا اسی کا کام ہے جس کے سر میں بھیجا نہ ہو ۔

نیلوی صاحب نے ندائے حق کے ص ۲۸۵ پر حدیث اکتبوا کتاب عبدی فی علیین واعیدوہ الی الارض الخ نقل کی ہے مگر حدیث کا مفہوم بیان کرتے وقت ایسے بے راہ ہوئے ہیں کہ ارض کو برزخ کی زمین قرار دے دیا حالانکہ حدیث کا مفہوم وہی ہے جو مذکورہ بالا قرآنی آیات کا ہے پھر یہ نہیں سمجھا کہ عبد سے کیا مراد ہے یہ لفظ روح مع الجسم پر بولا جاتا ہے مثلاً سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ ۔ تبٰرک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ وغیرہ ہر جگہ روح مع الجسم مراد ہے

لہٰذا وفیہا نعیدکم اور اعیدوہ سے مراد جسم کو اپنے مستقر یعنی قبر میں ہی رکھنا ہے ۔ اسی زمین سے جسم پیدا ہوا اور اسی میں لوٹایا گیا ۔

اب ہم حیات انبیاء کے ثبوت میں ایک اور پہلو سے بحث کرتے ہیں گزشتہ احادیث قرآن کریم کی آیات کی تفسیر کے سلسلے میں

بیان ہوئی ہیں اب ہم وہ احادیث پیش کرتے ہیں جن سے حیات انبیاء
اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے ۔

حیاتِ انبیاء کا ثبوت نبی کریمؐ کی زبانی

(۱) ابوداؤد مع شرح بذل المجہود ص۱۶۰

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاکثروا علی
من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علی قال قالوا
یارسول اللّٰہ وکیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت
قال یقولون بلیت فقال ان اللّٰہ عزوجل حرم علی الارض
ان تاکل اجساد الانبیاء

"نبی کریمؐ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ (کا جسم مبارک) تو اس وقت بوسیدہ ہو جائے گا پھر صلوٰۃ وسلام آپ پر کیسے پیش ہوگا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے وجود کو کھا جائے۔"

ظاہر ہے کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ درود وسلام جسم مع الروح پر پیش ہوگا اس لئے حیرت کا اظہار کیا کہ جسم تو بوسیدہ ہو جائے گا تو جواب ملا کہ سالم رہے گا اور روح کا تعلق قائم رہے گا جبھی تو صلوٰۃ وسلام پیش ہوگا ورنہ جسد بے روح کو یہ ہدیہ پیش کرنے کا کیا مطلب؟

(۲) عون المعبود شرح ابی داؤد ۱: ۴۰۵

وفی روایۃ الطبرانی لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صلوٰتہ

قلنا بعد وفاتک قال و بعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض

ان تاکل اجساد الانبیاء

"محدث طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضور نے فرمایا جو شخص میری ذات پر درود بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچتا ہے ہم نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں بعد وفات بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے حرام قرار دیا ہے کہ انبیاء کے بدنوں کو کھائے"

(۳) وفاء الوفاء علامہ سمہودی ۴: ۱۳۵۳ حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے۔

وان احد یصلی علی الا عرضت علی صلوٰۃ حین یفرغ منھا قال قلت و بعد الموت قال و بعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

وہی بات ہے فرق اتنا ہے کہ نمبر ۲ میں بعد وفاتک کے لفظ ہیں یہاں بعد الموت کے، اصول دونوں جگہ ایک ہے کہ انبیاء کے جسم بوسیدہ نہیں ہوتے اور وہ زندہ رہتے ہیں جبھی تو صلوٰۃ و سلام بھیجنے کی تاکید ہے۔

حیات الانبیاؑ اور نزول عیسیٰ

(۱) الحاوی للفتاوی ۲: ۲۹۰

اخرجہ ابو یعلی فی مسندہ عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنہ

"ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریمؐ سے سنا فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے عیسی ابن مریم ضرور نازل ہوں گے اگر میری قبر پر کھڑے ہو کے مجھے آواز دیں گے تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔"

ظاہر ہے کہ آواز دینے پر جواب دینا زندہ ہی کا کام ہے۔

(۲) اسی کتاب کے اسی صفحے پر حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے جس کا اخراج ابن عساکر نے کیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھبطن اللہ عیسی ابن مریم حکما عادلا واماما مقسطا فلیسلکن فج الروحا حاجا او معتمرا ولیقفن علی قبری فلیسلمن علیّ ولاردن علیہ

اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو حاکم عادل بنا کر نازل کرے گا وہ روحا کے راستے

حج یا عمرہ کرے گا اور لازماً میری قبر پہ کھڑے ہو کر سلام کہے گا اور میں ضرور اس کو جواب دوں گا۔"

(۳) فتاوی ابن حجر مکی ۱:۲۵۴ پہ بعینہٖ ابو یعلیٰ سے یہی روایت موجود ہے

(۴) الحاوی للفتاوی ۲:۲۹۱

وصح انہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی موسیٰؑ وھو یصلی فی قبرہ وصح انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء احیاء یصلون فی قبورھم فکذلک عیسیٰ اذا نزل الی الارض یری الانبیاء ویجتمع بھم ومن جملتھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیأخذ عنہ ما احتاجہ الیہ من احکام الشریعۃ

یعنی حضرت عیسیٰؑ انبیاء سے ملاقات کریں گے اور نبی کریمؐ سے احکام شریعت اخذ کریں گے یہ ملاقات اور اخذ احکام حیات انبیاء کی واضح دلیل ہے

(۵) روح المعانی ۲۲:۳۵

انہ علیہ السلام یاخذ الاحکام من نبینا شفاھاً نزولہ وھو صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف وایدبحدیث ابی یعلی والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال یا محمد لاجیبنہ۔

"حضرت عیسیٰؑ نبی کریمؐ کی قبر شریف پر کھڑے ہو کر بالمشافہ کلام کریں گے اور شریعت محمدیہ کے احکام حضورؐ سے اخذ کریں گے حدیث ابو یعلیٰ اس کی تائید کرتی ہے (اور وہ حدیث صحیح ہے)

ؔ بدور السافرہ فی احوال الآخرہ میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ انبیاء کو جو غسل دیا جاتا ہے [illegible] ان کا دائمی وضو ہوتا ہے لہٰذا یہ سوال بے محل ہے کہ نماز پڑھتے ہیں تو وضو کیسے کرتے ہیں۔ انہیں وضو کی ضرورت نہیں پڑتی جیسے نوم الانبیاء غیر ناقض۔

حیاتِ انبیاءؑ اور مفسرینؒ و محدثینؒ کے واضح اعلانات

(۱) روح المعانی ۲۲ : ۳۸

والاخبار المذکورۃ بعد فیما سبق المراد منھا کلھا اثبات الحیاۃ فی القبو لضرب من التاویل والمراد بتلک الحیاۃ نوع من الحیاۃ غیر معقول لنا وھی فوق حیاۃ الشھداء بکثیر وحیاۃ نبینا اکمل واتم من سائرھم علیھم الصلوۃ والسلام

"اخبار مذکورہ میں حیات نبی فی القبر مراد ہے اور قدرے تاویل سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں ایک قسم کی حیات ہے جو ہماری عقل کی دسترس سے باہر ہے اور یہ حیات انبیاء شہداء کی حیات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور نبی کریمؐ کی حیات دیگر تمام انبیاء کی حیات سے زیادہ کامل اور اتم ہے۔"

(۲) روح المعانی ۲۲ : ۳۶

محصل من مجموع ھذا الکلام النقول والاحادیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وھو بھیئتہ التی کان علیھا قبل وفاتہ ولم یتبدل منہ شیئی وانہ مغیب من الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم فاذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد اکرامہ برؤیتہ راہ علی

هیئتہ التی ھو علیہ الصلوٰۃ والسلام ولا مانع من ذلک ولا داعی الی التخصص برویۃ المثال۔

"پس مجموعہ کلام منقول اور احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریمؐ اپنے جسد اطہر عنصری مع روح کے ساتھ زندہ ہیں آپ جہاں چاہتے ہیں کائنات میں چلے جاتے ہیں اور آپ اس حالت میں ہیں اور اسی شکل میں ہیں جس پر وفات سے پہلے تھے ان کے وجود میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں جیسے فرشتے کہ زندہ مخلوق ہیں اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جس ولی کو حضورؐ کی زیارت کرانا چاہے حجاب اٹھا دیتا ہے اور وہ شخص حضور اکرمؐ کو اپنی اصلی صورت و شکل میں دیکھتا ہے اور اس رویت میں کوئی امر مانع نہیں اور جسم مثالی کو دیکھنے کی کوئی دلیل نہیں"

(۳) فتح الملہم ۱: ۳۲۵

دولت النصوص الصحیحۃ علی حیات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

یعنی کتاب و سنت کی صحیح نصوص حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہیں

(۴) فتح الملہم ۱: ۳۲۹

ان الانبیاء افضل من الشھداء والشھداء احیاء عند ربھم فکذلک الانبیاء فلا یبعد ان یصلون ویحجون و یتقربو الی اللہ بما استطاعوا ما دامت الدنیا وھی دار تکلیف باقیۃ۔

" انبیاء کرام شہداء سے افضل ہیں جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء کرام
بطریق اولیٰ زندہ ہیں کوئی بعید نہیں کہ وہ حج کریں نمازیں پڑھیں اور
جب تک دنیا موجود ہے قرب الٰہی حاصل کرتے رہیں "

(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پہ دوبارہ جنازہ پڑھنے کی اجازت
نہیں کیوں؟

اس کی وجہ نیلوی صاحب نے ندائے حق میں ص ۲۶۰ پر یہ لکھی ہے کہ
" جیسا باقی میتوں پہ جائز نہیں اسی طرح نبی کریم کا دوبارہ جنازہ پڑھنا
جائز نہیں۔ کیونکہ وہ بھی میت ہیں اور میت پر دوبارہ جنازہ پڑھنا
مکروہ ہے "

یہ نیلوی صاحب کا اجتہاد ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ ان کے اجتہاد
کا رخ ہمیشہ باطل کی طرف ہی رہتا ہے حالانکہ ان کو اجتہاد کی ضرورت
نہیں تھی نہ وہ اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے بات واضح ہو
چکی ہے۔

فتح الملہم ۱ : ۴۹۸

قال علمائنا والدلیل علی عدم شرعیۃ الصلوۃ
علی القبر ترک الناس عن اخرھم الصلوۃ علی قبر
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو حی فی قبرہ الشریف۔

" ہمارے علمائے اہل السنت کا فیصلہ ہے کہ شروع سے اخیر تک
لوگوں کا نبی کریم کی قبر مبارک پر جنازہ نہ پڑھنے اور اس کے عدم
مشروعیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں
اور زندہ کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا "

صاحب فتح الملہم مولانا شبیر احمد عثمانی رحنے علمائے اہل سنت کی تحقیق کے مطابق عدم جواز جنازہ کی علت یہ بتائی کہ چونکہ نبی کریمؐ زندہ ہیں لہذا جائز نہیں۔ مگر نیلوی صاحب کو جب دھن سمائی ہے کہ مخالفت کرنی ہے قرآن کی مخالفت حدیث کی مخالفت فقہا کی مخالفت تو بیچارے کیوں نہ الٹی سمت چلتے مگر بزعم خود غلط آدمی بھلا کیا کچھ نہیں کرتا۔

حیاتِ انبیاء

حقیقی ہے یعنی جسدِ عنصری سے زندہ ہیں

قرآن وحدیث، شارحین حدیث اور فقہاء کے اقوال سے مطلق حیات ثابت کی جا چکی ہے گو ضمناً یہ ذکر بھی آگیا کہ یہ حیات جسد مع روح کی ہے مگر اب ہم ایسی عبارات پیش کرتے ہیں جن سے جسد عنصری سے حیات کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ روح المعانی ۲۲ : ۳۸

ثم ان تلک الحیاۃ فی القبر وان کانت یترتب علیھا بعض ما یترتب علی الحیاۃ فی الدنیا المعروفۃ لنا من الصلوٰۃ والاذان والاقامۃ ورد السلام المسموع ونحو ذلک الا انھا یترتب علی تلک الحیوۃ المعروفۃ ولا یحس بھا ولا یدرکھا کل احد ولو فرض انکشاف قبر نبی من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام لا یری الناس النبی الا کما یرون سائر الاموات الذین لم تاکل الارض اجسادھم وربما یکشف اللہ تعالیٰ علی بعض عبادہ فیری ما لا یری الناس ولولا ھذا لاشکل الجمع بین الاخبار الناطقۃ بحیاتھم فی قبورھم وخبر ابی یعلیٰ وغیرہ بسند صحیح۔

؛ انبیاء کی قبر کی زندگی پر دنیوی زندگی کے سارے تو نہیں مگر بعض احکام مرتب ہوتے ہیں جیسے اذان، اقامت، سلام کا جواب دینا،

نماز پڑھنا وغیرہ (کھانا پینا بول براز وغیرہ کے احکام مترتب نہیں ہوتے)
اور ان کی اذان نماز وغیرہ کو ہر آدمی محسوس نہیں کر سکتا۔ بالفرض اگر کسی
نبی کی قبر کو کھودیں تو ان کے جسم باقی ایسے لوگوں کے جسموں کی طرح معلوم
ہوں گے جو بوسیدہ نہیں ہوئے۔ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ اپنے خاص
بندوں پر ان کے حالات منکشف کر دیتا ہے یہ اولیاء اللہ ان کو نماز
پڑھتا دیکھ لیتے ہیں ان کی اذان، اقامت اور سلام کا جواب سن
لیتے ہیں مگر ہر آدمی کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوتا اگر یہ حقیقت نہ ہو تو
حدیثوں میں تطبیق دینا مشکل ہے جو صاف صاف حیات انبیاء پر
دلالت کرتی ہیں اور ابو یعلیٰ وغیرہ کی احادیث صحیح سند سے بیان
ہو چکی ہیں کہ انبیاء زندہ ہیں قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں؛

قبر میں جسمانی زندگی کے بعض احکام مترتب ہونا قدرتی امر ہے کیوں کہ عالم
دنیا مادی ہے اور برزخ کی دنیا لطیف عالم ہے لہذا اس کے احکام بھی لطیف
ہیں اور ظاہر ہے لطیف چیزیں مادی آلات سے ادراک کی حدود میں نہیں آتیں
مادی آنکھوں سے وہ حالات دکھائی نہیں دیتے مادی کانوں سے وہ آوازیں سنائی
نہیں دیتیں۔ لہذا کسی نبی کی قبر میں اس کا جسم دوسرے لوگوں کے جسموں کی مانند نظر
آئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ قبر میں میت کی حالت
ایسی ہوتی ہے جیسے ماں کے پیٹ میں جنین کی حالت ۴ ماہ ۰ دن تک جنین میں
روح داخل نہیں ہوتی مگر وہ برابر پرورش پاتا ہے قرآن حکیم میں تخلیق کے تمام
مدارج کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے معلوم ہوا کہ روح کے بغیر بدن کو غذا ملتی ہے
جس سے نشوونما پاتا ہے روح سے حیات تو صرف امر عادی ہے،

اس فرق کو سمجھنے کے لئے دوسری مثال نیند کی حالت کی ہے قال تعالیٰ

اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا ۔ اللہ تعالیٰ نے موت اور نیند کو ایک ہی سلک میں منسلک فرمایا دونوں کی حقیقت توفی اور امساک فرمائی اور عام انسانوں کو نیند کی حالت میں توفی اور امساک روح کی وجہ سے ادراک وشعور میں جو تعطل آجاتا ہے وہ انبیاء کو بحالت خواب نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی خواب اور بیداری میں وحی کے نزول میں کوئی فرق نہیں ہوا کہ نبی کی نیند میں بھی بیداری پوشیدہ ہے۔ اسی وجہ سے نبی پر نیند کی حالت میں بھی اسی طرح وحی نازل ہوتی ہے جس طرح بیداری میں نازل ہوتی ہے اور نیند کی حالت میں کیجانے والی وحی نبی کے پاس اسی طرح محفوظ ہوتی ہے جیسے حالت بیداری والی وحی۔ اسی طرح موت انبیاء میں حیات پوشیدہ ہے نیند کی حالت میں نبی اور غیر نبی دیکھنے والے کو یکساں نظر آتے ہیں۔ آنکھیں بند ہیں خراٹے لے رہے ہیں اگر نبی کی نیند ظاہری ہے باطن میں وہ بیدار ہے مگر غیر نبی ایسا نہیں ہوتا۔ اسی طرح نبی کی موت بظاہر صورت موت معلوم ہوتی ہے حقیقت میں حیات ہوتی ہے نیند کی حالت میں نبی کے قویٰ ظاہر معطل معلوم ہوتے ہیں مگر در حقیقت وہ معطل نہیں ہوتے اسی لئے نوم انبیاء ناقض وضو نہیں۔

(۲) اشعۃ اللمعات ۱ : ۶۱۳

وحیاۃ انبیاء متفق علیہ است وہیچکس را دروے خلاف فلیت حیات جسمانی دنیوی حقیقی نہ حیات معنوی وروحانی۔

یعنی انبیاء کی حیات جسمانی میں کسی کو اختلاف نہیں

(۳) مدارج النبوۃ ۱ : ۱۹۹

" ونیز آمدہ است کہ حق تعالیٰ حرام گردانیدہ است اجساد انبیاء را برارض۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ است بحیات جسمانی دنیوی

ببدنے کہ حیات داشت وایں اکمل است از حیات شہدا و
الی ان قال واما ارواح انبیاء اعادہ کردہ میشود در ہماں ابدان کہ
در دنیا بود و پوسیدہ نشدہ و خاک نگشتہ وحق تعالیٰ قادر است کہ
نگاہ دارد ارواح را بے ابدان ولیکن نقل وارد شدہ است بوجود
آں در ابدان چنانکہ بودن موسیٰ نماز گزارندہ در قبر و چو گزاردن
نماز تقاضائے جسد حی میکند وصفات مذکورہ در انبیاء در شب
معراج ہمہ صفات اجسام است و لازم نمی آید از بودن آں حقیقت
حیات کہ باشند برصفتے کہ در دنیا بودہ و در احتیاج بطعام و شراب
وغیر ذلک از صفات اجسام چنانکہ مشاہدہ میکنیم در دنیا بلکہ آنرا
در برزخ احکام دیگر باشد و احتیاج بطعام و شراب و امثال آں
امر عادی است در آنجا بخلاف عادت باشد"

یعنی انبیائے کرام برزخ میں دنیوی بدنوں سے زندہ ہیں حیات حقیقی بدنی
ہے انبیاء کرام کے وجود محفوظ و سالم رہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کے روحوں کو
جسم مثالی کی حاجت نہیں، جب اصل موجود ہے تو نقل کی کیا حاجت۔ اجسام
مثالیہ کے قائلین میں پہلا نام علاؤ الدین قونوی کا آتا ہے انہوں نے بھی
سہارا صوفیہ کا لیا کہ صوفیہ کہتے ہیں جیسا کہ جذب القلوب ص ۱۹۳ پر منقول ہے مگر وہ
بھی کہتے ہیں کہ انبیاء کے اجسام جو موجود ہیں محفوظ ہیں تو انہیں اجسام مثالیہ کی
کی کیا حاجت۔

(۴) مرقاۃ ۱۴۲/۱۱

شب معراج میں حضورؐ جب آسمان اول پر پہنچے تو جبرئیل نے عرض کیا
هذا ابوك فسلم عليه ثم قال وفيه دليل على ان الانبياء

احیاء حقیقۃ

" یہ آپ کے والدین انہیں سلام کہنے یہ بات حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہے اور حیات حقیقی ہے "

(۵) مرقاۃ ۱ : ۱۴۴

قلت وقد تقدمت ان الانبیاء لا یموتون کسائر الاحیاء بل ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء۔

" جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ دوسرے لوگوں کی طرح انبیاء مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ "

(۶) مرقاۃ ۵ : ۲۶۴

فدل علی ان الانبیاء احیاء حقیقۃ ویریدون ان یتقربوا الی اللہ فی عالم البرزخ من غیر تکلیفھم کما یتقربون الی اللہ بالصلوۃ فی قبورھم الی ان رای موسی قائما یصلی فی قبرہ۔

" یہ دلیل ہے کہ حضرات انبیاء حقیقۃً زندہ ہیں یعنی جسم عنصری کے ساتھ۔ اور عالم برزخ میں بھی قرب الٰہی حاصل کرتے ہیں۔ غیر مکلف ہوتے ہوئے بھی نمازیں پڑھتے ہیں (اپنی قبروں میں) جیسا حضور ؐ نے حضرت موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ "

ان اقتباسات سے ثابت ہو گیا کہ انبیائے کرام کے وجود قبر میں محفوظ ہیں۔ روح سے ان کا تعلق ہے خواہ وہ کسی نوعیت کا ہو اور یہ بھی اہل السنت والجماعت کا مسلمہ اور متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام جس طرح دنیا میں نبوت و رسالت کے وصف سے موصوف ہیں اسی طرح برزخ میں بھی نبی اور رسول ہیں اور ظاہر

ہے کہ دنیا میں مکلف بالذات بدن ہے اور روح بالتبع ہے لہذا موصوف و
عمل نبوت اولی بالذات بدن ہوا روح بالذات موصوف نہیں جن علماء نے
ایمان و نبوت کو روح کی صفت مانا ہے انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے اللہ انہیں
معاف کریں اس امر کا ثبوت نہ پیش کیا جا سکتا ہے نہ آج تک پیش کیا گیا کہ صحابہ
کرام جسد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور رسول نہیں مانتے تھے۔ بلکہ
ایمان و نبوت کو روح کی صفت مانتے تھے اور اگر برزخ میں روح انبیاء کے لئے
جسم مثالی مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ جسد عنصری برزخ میں پہنچ کر نبوت سے
معزول کر دیا گیا جس جسم نے صعوبتیں سہیں۔ زخم کھائے۔ تکلیفیں اٹھائیں اور
عبادتوں میں راتیں گزاریں اس کو صلہ یہ ملا کہ جب دار الجزاء کی طرف سفر شروع
کیا اول قدم پر ہی اس جسم کو نبوت سے معزول کر دیا گیا اگر ایسا ہے تو اب
کلمہ اسلام یہ ہونا چاہیئے کہ لا الٰہ الا اللہ جسم مثالی رسول اللہ محمد نام
ذات رسول ہے جو عبداللہ کے گھر بی بی آمنہ کے بطن سے پیدا ہوا اور جس ذات
اور جس وجود کو دیکھ کر اہل ایمان کہتے تھے کہ محمد رسول اللہ اور کفار جسے
رسول تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے نیلوی صاحب بھی اسی طرح نبوت کو روح
کی صفت تسلیم کرتے ہیں اور کراتے ہیں نداء حق کے صفحہ ۲۹۱-۲۹۲ پر اس عقیدے
پر بڑا زور قلم صرف کیا ہے وہ جسم محمد کی نبوت سے انکاری ہے اور اگر دنیا میں جسم کو
مجازاً نبی تسلیم کرتے بھی ہیں تو برزخ میں یہ منصب جسم عنصری سے چھین کر موہومہ جسم
مثالی کو عطا کرتے ہیں اور ان کی انوکھی توحید پر آنچ بھی نہیں آتی۔

بدن عنصری سے روح کا تعلق

اس دنیا میں جب روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے تو جسم کو قبر میں دفن کر دیتے ہیں اور عوام یہی سمجھتے ہیں کہ جسم زیر زمین دفن ہے اور روح خواہ علیین میں چلی گئی یا سجین میں بہر حال جسم سے اس کا تعلق ختم ہو گیا اور وہ خواص جو ذہنی طور پر عوام کی سطح پر ہی ہیں وہ بھی یہی کچھ سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے یعنی روح خواہ کہیں ہو اس کا تعلق جسد عنصری سے بدستور قائم رہتا ہے چنانچہ حافظ ابن القیم نے اس کی وضاحت کی ہے۔

وبعد وفاته استقرت في الرفيق الاعلى مع ارواح الانبياء ومع هذا فلها اشراف على البدن واشراق وتعلق به بحيث يرد السلام على من سلم عليه وبهذا التعلق رأى موسى قائما يصلي في قبره ورآه في السماء السادسة الى ان قال وانما ذلك مقام روحه واستقرارها وقبره مقام بدنه الى ان قال كما انه صلى الله عليه وسلم في ارفع مكان في الرفيق الاعلى مستقرا هناك وبدنه في ضريحه غير مفقود واذا سلم عليه المسلم رد الله روحه حتى يرد عليه السلام ولم يفارق الملاء الاعلى ومن كثف ادراكه وغلظت طباعه عن ادراك هذا فلينظر الى الشمس في علو محلها وتعلقها وتأثيرها في الارض وحياة النبات والحيوان بها هذه وشان الروح فوق هذا ولها

شان ولابد ان شان وهذا نان تکون فی محلها ومحل رتها واثرها فی الجسم البعید مع ان الارتباط والتعلق الذی بین الروح والبدن اقوی واکمل من ذلک واتم -

(زاد المعاد ۲ : ۴۹)

" وفات کے بعد حضور اکرمؐ کا روح رفیق اعلیٰ میں انبیاءؑ کے ارواح کے ساتھ قرار پذیر ہوا اس کے باوجود روح کے بدن پر اشراق اور اشراق ہے اور اس سے تعلق ہے جس کی وجہ سے آپ سلام کا جواب فرماتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر انہیں چھٹے آسمان پر دیکھا ۔ ۔ ۔ روح کی قرارگاہ علیین ہے اور بدن کی قرارگاہ قبر ہے ۔ ۔ ۔ جیسا کہ نبی کریمؐ رفیق اعلیٰ میں قرار پذیر ہیں اور بدن قبر مبارک میں ہے اور جب کوئی شخص سلام کہتا ہے تو حضورؐ جواب دیتے ہیں روح ملاء اعلیٰ کو چھوڑتی بھی نہیں اور بدن سے تعلق بھی ہوتا ہے ۔ ہاں جو شخص غبی اور کند ذہن ہو بلید الطبع ہو اور اس کی سمجھ میں یہ حقیقت نہ آئے تو سورج کو ہی دیکھ لے کہ کس بلندی پر ہے مگر اس کا اثر زمین پر دکھائی دیتا ہے ۔ نباتات میں بالیدگی اور حیوانات میں زندگی اسی اثر کی وجہ سے ہے اور روح کی شان تو سورج سے بھی بلند ہے روح کی اپنی شان ہے اور بدن کی اپنی ۔ پھر یہ دیکھئے کہ آگ اپنے محل میں جل رہی ہے مگر اس کی حرارت دور تک اجسام میں اپنا اثر پہنچاتی ہے اور بدن سے روح کا تعلق تو اس سے بھی زیادہ قوی کامل بلکہ اکمل ہے ۔"

حافظ ابن قیم کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ روح اقدس کا اصل مرکز تو

اعلی علیین جنت ہے مگر بدن مدفونہ سے اتنا قوی تعلق ہے کہ اس میں شعور و ادراک اسی درجے کا پایا جاتا ہے، علم فہم دیکھنا سننا نماز پڑھنا سب اسی تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے، سرور راحت تلذذ سب کچھ محسوس ہوتا ہے۔ اسی کو حیات جسمانی دینوی اور حیات حقیقی سے تعبیر کرتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہل دنیا سر کی آنکھوں سے دیکھیں اور ان اجسام پہ دینوی قانون غذا وغیرہ لاگو ہو۔ ہاں خرق عادت کے طور پر کسی ولی اللہ کو نظر آجائے تو یہ جدا معاملہ ہے۔

فتح الملہم ۳ : ۲۴۱ پر یہی عبارت موجود ہے صرف ابتدا میں چند الفاظ کا فرق ہے مثلاً واما بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فروحہ المقدس صلی اللہ علیہ وسلم قد استقرت فی الرفیق الاعلی مع ارواح الانبیاء ولا یتموھم من ھذا انکار حیاتہ فی قبرہ الشریف اس کے بعد کا عبارت بعینہ وہی ہے جو حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں درج کی ہے۔

ان دو اقتباسات میں علماء کے اس قول کی وضاحت ہوئی کہ روح کا اصل مرکز اعلی علیین ہے بدن مدفونہ سے اس کا تعلق رہتا ہے اور نہایت قوی تعلق ہوتا ہے

اس سلسلے میں دوسرا قول یہ ہے کہ روح کی مستقر اگاہ تو قبر اور بدن ہے مگر اس کا تعلق رفیق اعلی سے بدستور رہتا ہے پہلے روح کو علیین میں لے جا کر بارگاہ رب العالمین میں حاضری کے لئے پیش کیا جاتا ہے پھر قبر میں بدن کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اعادہ روح کے سلسلے میں اس کا ذکر ہو چکا ہے کہ احادیث صحیحہ متواترہ بدن کی طرف اعادہ روح پر دلالت کرتی ہیں یعنی یہ قول نص صریح یعنی حدیث متواترہ پر مبنی ہے اور قول اول جو اوپر بیان ہوا ہے اس کی بنا

اجتہاد پر ہے اسی وجہ سے اس کے قائلین اتصال روح، تعلق روح، اشراف روح وغیرہ کے قائل ہوئے۔ پہلے قول کو اختیار کرنے میں کئی خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً یہ کہ اجتہاد محض کو نص صحیح متواتر پر تقدیم اور ترجیح دی جائے اور یہ صحیح نہیں۔ یہ درست ہے کہ روح ایک دفعہ اعلیٰ علیین میں داخل ہوا پھر اس کا اعادہ قبر کی طرف ہوگیا جیسا کہ حدیث متواتر سے ثابت ہے تذکرہ قرطبی ص۲۳ پہ کہا گیا ہے کہ وکیل علی رجوعھم بعد الرجع الی الی رفیق الاعلیٰ

یہ الگ بحث ہے کہ عود روح کے بعد قبر میں بدن سے روح کا تعلق دخولاً ہو۔ کسی حصہ بدن میں ہو، یا ویسے اتصال و اشراف سے قوی تعلق ہو۔ بہرحال قول راجح یہی ہے کہ مرکز روح قبر اور بدن ہے۔

اس پر ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ نبی کریم کے آخری کلمات حدیث میں یہ ملتے ہیں اللھم رفیق الاعلیٰ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکز روح رفیق اعلیٰ علیین ہے قبر اور بدن اس کا مرکز نہیں۔

اس سوال کا جواب ذرا تفصیل سے بیان ہوتا ہے تاکہ کسی قسم کا تردد نہ رہ جائے۔

(۱) یہ ایک مسلم قانون ہے کہ جس مٹی سے انسان پیدا ہوا اسی میں دفن ہوتا ہے

علامہ سمہودی نے وفاء الوفا ۱:۳۲ اور فتح الملہم ۳ : ۱۹۴ پر یہ بیان ملتا ہے۔

ان جبرائیل اخذ التراب الذی خلق منہ صلی اللہ علیہ وسلم من تراب الکعبۃ فھی ھذا فالبقعۃ التی ضمت اعضاءہ من تراب الکعبۃ۔

یعنی حضورؐ کے جسم اطہر کی پیدائش کعبہ کی مٹی سے ہوئی اور یہ مسلم ہے کہ کعبہ تمام زمین سے افضل ہے۔

اس بیان سے ایک اشکال پیدا ہوتی ہے کہ اگر حضورؐ کے جسم اطہر کے لئے کعبہ کی مٹی لی گئی تو دفن مدینہ منورہ میں کیسے کیا گیا تو اس عقدے کا حل ان ہی دو کتابوں کے اپنی صفحات پر یوں ملتا ہے۔

فان الماء الذی کان علیہ العرش لما تموج رمی الزبد الی النواحی فوقعت طینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ۔

یعنی جس پانی پر عرش الٰہی تھا جب اس میں تموج پیدا ہوا تو نبی کریمؐ کے جسم اطہر کے حصے کی مٹی مدینہ منورہ میں جا پڑی۔ حاصل یہ ہوا کہ کعبہ کی مٹی سے حضورؐ کا جسم اطہر بنا اور اسی مٹی میں دفن ہوا اور کعبہ ساری زمین سے افضل ہے

(۲) صحیحین میں فرمان نبی موجود ہے کہ

ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ومنبری علی حوضی

یعنی میرے مکان اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔

پھر حضورؐ کا یہ ارشاد کہ

موضع سوط فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیہا

یعنی ایک کوڑا رکھنے کی مقدار جنت میں جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

پھر فتح الملہم ۲: ۱۸۱ پر یہ بیان کہ

فالنبیؐ افضل من الکعبۃ والعرش والکرسی کہ حضورؐ کی قبر بارک

کعبہ، عرش اور کرسی سے افضل ہے۔ پھر اس کے افضل ہونے پر مزید غور و خوض ہوتا رہا جس کا تھوڑا سا بیان فتح الملہم ۲: ۴۹۹ پر ملتا ہے۔

وھل البقعة المذکورة افضل من منزلہ علیہ الصلوٰة والسلام فی الجنة او منزلہ فیھا افضل کما یسبق الی الفھم وقد یقال ھذہ افضل مادام فیھا فاذا صار فی الجنة صار منزلہ افضل وقد یقال یجوز ان یکون ھذہ منقولة من منزلہ فی الجنة او ینقل الیھا فلھا حکمہ"

یعنی سوال پیدا ہوا کہ یہ جگہ جہاں حضورؐ اب قبر شریف میں مقیم ہیں اس جنت سے افضل ہے جو آخرت میں حضورؐ کو ملے گی یا اس آخرت کی جنت کی شان اس سے بلند ہے جواب میں کہا گیا کہ قبر شریف کی جنت میں جب تک حضورؐ مقیم ہیں یہ جگہ اخروی جنت سے افضل ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ ارضی جنت جس میں حضورؐ اب مقیم ہیں یہ جنت فردوس سے منتقل کر کے یہاں لائی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ ارضی جنت کو منتقل کر کے فردوس میں لے جایا جائے گا اور آپ اسی میں مقیم ہوں گے اب بھی اس جگہ کا حکم فردوس ہے۔

مرقاة شرح مشکوٰة ۲: ۱۹۱

والروضة قطعة نقلت من الجنة وسیعود الیھا ولیست کسائر الارض تفنی وتذھب قال ابن حجر ھذا علیہ الاکثر وھی من الجنة الان حقیقة۔

پھر تذکرہ قرطبی (ص ۴۷) میں قبر شریف کی فضیلت کا بیان اس طرح ہوا ہے

مامن فجر یطلع الا وسبعون الف ملک من الملائکة یحفون

بالقبر یضربون باجنحتہم ویصلون علی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم حتی یمسوا فاذا عرجوا ھبط سبعون الف
ملک کذلک ولا یزالون کذلک سبعون الفا بالنہار
سبعون الفا باللیل ۔

"ہر صبح سحر کے وقت ستر ہزار فرشتے آسمان سے نازل ہوکر قبر شریف
کو پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں درود پڑھتے ہیں شام کو وہ چلے
جاتے ہیں اتنے ہی نئے آجاتے ہیں"

ان احادیث اور ان اقوال سے ثابت ہوگیا کہ روضۂ اطہر کی شان کعبہ
عرش کرسی اور جنت سے افضل ہے اگر قول اوّل کے مطابق روح کا مستقر
علیین تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ افضل جگہ کو ترک کر کے مفضول کو روح
کا مستقر بنا جائے لہذا قول دوم ہی راجح قرار پایا اور یہی جگہ رفیق اعلیٰ ہے یہی اعلیٰ
علیین ہے یہی جنت فردوس ہے یہی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے
جہاں جسم اطہر قیام پذیر ہے اور روح کا مرکز اصلی بدن رسول ہی ہے ۔

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّھُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ
لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۔

ظاہر ہے کہ روضۂ اطہر سے اعلیٰ اور افضل جگہ کائنات میں کوئی نہیں (اسی میں
صدیق ؓ اور فاروق ؓ بھی ہیں) اسی وجہ سے روضۂ اطہر کی شان بیت اللہ ،
عرش معلی ، جنت اور کرسی سے اعلیٰ و ارفع قرار دی گئی ہے

حیاتِ انبیاء بعد وفات اُمّی ہے

گزشتہ باب میں علماء کے دو اقوال میں سے راجح قول کا ذکر کیا گیا کہ روح کا مرکز قبر اور بدن ہے اس سے یہ مسئلہ تو خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ جب روح اپنے مرکز بدن میں ہے تو حیات کے ثبوت ڈھونڈنے کی ضرورت کیا رہ گئی مگر بہتر یہ ہے کہ بات کی وضاحت ہو جائے۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق (۸: ۱۸۳) میں یہ بحث چھیڑی گئی ہے کہ لفظ میت کا اطلاق کس پر ہوتا ہے اس کے جواب میں کہا گیا کہ میت کا لفظ اس پر بولا جاتا ہے۔ جس میں پہلے روح تھا پھر خارج ہوا ظاہر ہے کہ معاملہ تو جسم کا ہے کہ پہلے اس میں روح موجود ہوتا ہے تو اسے زندہ کہتے ہیں جب روح نکل جاتا ہے تو اسے میت کہتے ہیں کیونکہ روح میں روح کا آنا اور روح سے روح کا نکلنا ایسی بات ہے کہ کسی ذی ہوش نے آج تک کبھی نہ سوچی۔ لہٰذا میت کا لفظ جب بھی بولا جائے گا اس سے مراد بدن ہو گا چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

ولا بأس باکل دود الزیتون قبل ان تنفخ فیہ الروح

لان اسم المیت انما یطلق علی من لہ روح

مطلب یہ جس جسم میں روح پھونکا نہیں گیا اسے میت کہہ ہی نہیں سکتے۔ میت اسے کہیں گے جس میں پہلے روح ہو پھر خارج ہو جائے لہٰذا جہاں بھی موت و حیات کا ذکر ہو گا اس سے مراد بدن کی موت اور بدن کی حیات

ہوگا اس اصول کی وضاحت علامہ سیوطی نے ایک حدیث کے سلسلے میں کی ہے۔ [ف۱]

وقد صح ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء وانہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتمع بالانبیاء لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس وفی السماء ورای موسیٰ قائما یصلی فی قبرہ واخبر صلی اللہ علیہ وسلم بانہ یرد السلام علی کل من یسلم علیہ الی غیر ذالک لما یحصل من جملتہ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کان موجودین احیاء وذلک کالحال فی الملائکۃ فانھم موجودون احیاء ولا یراھم احد من نوعنا الا من خصہ اللہ بکرامتہ من اولیاءہ (فتاوی ۲۶۶،۲)

حدیث صحیح میں ہے کہ انبیاء کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی اور یہ بھی صحیح ہے کہ شب معراج میں حضورؐ بیت المقدس میں انبیاء سے ملے اور آسمانوں پر بھی ملے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضورؐ نے موسیٰؑ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اور حضورؐ نے یہ خبر بھی دی کہ جو شخص قبر مبارک پر سلام دے حضورؐ اس کا جواب دیتے ہیں ان تمام دلائل سے قطعی یقین ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی موت صرف یہ ہے کہ وہ دنیا سے غائب ہوئے کیونکہ ہم انہیں مادی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے اگرچہ وہ زندہ ہیں جیسے فرشتوں کا حال ہے کہ وہ زندہ موجود ہیں مگر ہم میں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا ہاں جسے اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے خاص کر دے وہ کرامت کے طور پر دیکھ سکتا ہے۔

ف۱ موت چار قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) موت اخراجِ رُوح عن البدن پر بولا جاتا ہے۔ (۲) فقدانِ نورِ معرفت پر جیسے کفار کو مردہ کہا جاتا ہے۔ (۳) فقدانِ قوتِ نامیہ کیلئے جیسے زمین کے متعلق یحیی الارض بعد موتہا (۴) عدم تحریک پر جیسے پتھر وغیرہ

اسی الحاوی للفتاوی ۲۶۸:۲ میں علامہ بارزی کے متعلق مرقوم ہے

وسئل البارزی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل هو حی بعد وفاتہ فاجاب انہ حی

"علامہ سے پوچھا گیا کیا حضورؐ بعد وفات زندہ ہیں؟ جواب دیا ہاں زندہ ہیں اور اس کے صـ۲۷۲ پر علامہ تقی الدین سبکی سے نقل کرتے ہیں:"

حیاۃ الانبیاء والشہداء فی القبر کحیاتہم فی الدنیا ویشہد لہ صلوۃ موسیٰؑ فی قبرہ فان الصلوۃ تستدعی جسدا حیا وکذلک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلہا صفات الاجسام ولا یلزم من کونہا حیاۃ حقیقۃ ان تکون الابدان معہا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب واما الادراکات کالعلم والسماع فلاشک ان ذلک ثابت لہم۔

"انبیاء و شہدا کی قبر کی زندگی ایسی ہی ہے جیسی دنیا میں تھی اس کی شہادت حضرت موسیٰؑ کا قبر میں کھڑے نماز پڑھنا ہے نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے اسی طرح شب معراج میں انبیاء کرام کی جو صفات بیان ہوئیں یہ سب اجسام کی صفات ہیں ہاں یہ حیات ہر کام اور ہر فعل میں حیات دنیا کی طرح نہیں کہ کھانے پینے کی بھی ضرورت رہے البتہ باقی ادراکات مثلاً علم اور سماع وغیرہ ان کے لئے ثابت ہے"

یہ ایک حقیقت ہے کہ عالم برزخ ادنیا اور آخرت کے بین بین ہے

لہذا حیات برزخی کے احکام بھی دنیا و آخرت کے احکام کے بین بین ہیں بعض احکام
دنیا کے احکام کی طرح بجا لائیں گے جیسے اذان، اقامت، نماز، جماعت، ذکر الہٰی وغیرہ
اور جسم کا صحیح و سالم رہنا، فہم کلام، سماع وغیرہ اور بعض احکام مثل احکام آخرت
کے ہوں گے جیسے غذا کی حاجت نہ ہونا بول و براز کی حالت نہ ہونا بحث

حافظ ابن قیم نے کتاب الروح میں وہ ساری عبارت درج کی ہے جو اوپر
فتاوی سیوطی کے ص ۲۶۴ کے حوالہ سے درج کی جا چکی ہے اس کے آخر میں اتنا
اضافہ ہے۔

واذا تقرر هذا انهم احياء فاذا نفخ في الصور نفخة الصعق
صعق كل من في السموات ومن في الارض الا من شاء الله
فاما صعق الانبياء فالاظهر انه غشية فاما صعقة غير
الانبياء موت (كتاب الروح ص ۴۳)

معلوم ہوا کہ جب نفخ بعث ہوگا تو وہ لوگ زندہ ہوں گے جن پر موت
وارد ہے اور انبیاء کرام صرف غشی سے افاقہ میں آجائیں گے۔

مدارج النبوۃ (۱ : ۱۶۹) میں یہی بات ایک اور انداز سے کہی گئی ہے۔

" واما ارواح انبیاء اعادہ کردہ می شوند در ہماں ابدان کہ در دنیا بود
و بوسیدہ نشد و خاک نگشت و حق تعالیٰ قادر است کہ نگاہ دارد
ارواح را بے ابدان ولیکن نقل وارد شدہ است بوجود آں در بدان
چنانکہ بودن موسیٰ نماز گذارندہ در قبر و چہ نماز گزاردن تعاقبانے
حبد جمی می کند و صفات مذکورہ در انبیاء شب معراج ہم صفات
اجسام است و لازم نمی آید آں بودن حقیقت حیات کہ باشد
بر صفتے کہ در دنیا بودہ و در احتیاج طعام و شراب وغیرہ ذلک

از اجسام چنانکہ مشاہدہ می کنیم در دنیا بلکہ ایں جا او برزخ احکام دیگر باشد دا حتیاج بطعام و شراب و امثال آں امر عادی است و حال در آنجا بخلاف عادت باشد؛
علامہ تقی الدین سبکی نے حیات دائمی کے ثبوت میں بیان کیا ہے۔

فان الصلوۃ یستدعی جسد احیاء وکذلک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء وکلھا صفات الاجسام و لا یلزم من کونھا حیاۃ حقیقیۃ ان یکون الابدان معھا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب ولا متناع من النفوذ فی الحجاب الکثیف وغیر ذلک من صفات الاجسام التی نشاھدھا بل قد یکون لھا حکم آخر فلیس فی العقل ما یمنع من اثبات الحیاۃ الحقیقۃ لھم واما الادراکات کالعلم والسماع فلا شک ان ذلک ثابت وسنذکر ثبوتہ لسائر الموتیٰ فکیف بالانبیاء

(شفاء السقام ص ۱۹۱)

خلاصہ یہ ہے کہ نماز پڑھنا زندہ جسم کی صفت ہے۔ شب معراج میں انبیاء کی دوسری صفات جو مذکور ہوئیں وہ بھی زندہ جسم کے اوصاف ہیں حیات برزخی کے بعض احکام دینوی ہیں مثلاً ادراک علم وسماع وغیرہ اور بعض اخروی ہیں مثلاً کھانے پینے بول وبراز کی حاجت نہ ہونا وغیرہ۔
علامہ ابن حجر نے الجوہر المنظم (ص ۲۲) میں نبی کریم کی حیات ابدی کے متعلق فرمایا۔

والموت الواقع لہ غیر مستمر لعود الحیاۃ الکاملۃ لہ واستمرارھا

یعنی جو موت نبی کریمؐ پر واقع ہوئی وہ دائمی نہیں۔ قبر میں کامل اور دائمی حیات لوٹ آئی۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ پر فرمایا

ولما ادلة حیاة الانبیاء فمقتضاها حیاة الابدان کحالة الدنیا مع الاستغناء عن الغذاء

یعنی انبیاء کے ابدان حالت برزخ میں اسی طرح ہوتے ہیں جیسے دنیا میں تھے ہاں غذا سے مستغنی ہوتے ہیں۔

پھر روح المعانی ۲۲ : ۳۸

وانه صلی اللہ علیہ وسلم مغیب عن الابصار کما غیبت الملائکة مع کونهم احیاء باجسادهم

یعنی انبیاء کی موت صرف یہی ہے کہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے جیسے ملائکہ کہ زندہ موجود ہیں مگر نظر نہیں آتے۔

اور تحفة الذاکرین صفحہ ۳۲

انه صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبره وروحه لا تفارقه لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورهم

یعنی نبی کریمؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں آپ کے وجود سے روح کی کلی مفارقت نہیں ہوتی۔ یہ صحیح ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

اور وفاء الوفا ۴ : ۱۳۵۴

المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاته لیسر بطاعات امته

یعنی محقق متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریمؐ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں

اور امت کے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۵۲ پر

ولحیاۃ الانبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین بعد موتھم شواھد من الاحادیث الصحیحۃ اور ولا شک فی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ کما ان الانبیاء احیاء فی قبورھم حیاۃ اکمل من حیاۃ الشہداء

اور وفاء الوفا ج ۲ ص ۱۳۵۵ پر بلفظہ یہی عبارت ہے جو اوپر الجوہر المنظم ص ۲۹ کے حوالے سے درج کی جا چکی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب نور الایمان بزیادۃ آثار حبیب الرحمٰن کے صفحہ نمبر ۱۶ پر امام مالک سے نقل کیا ہے۔

ونقل من الامام مالک انہ کان یکرہ ان یقول الرجل زرت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم او زرت النبی ابن رشد من اتباعہ ان الکراھۃ لغلبۃ استعمال لفظ فقال الزیارۃ فی الموتی وھو صلی اللہ علیہ وسلم احیاہ اللہ تعالیٰ بعد موتہ حیات تامۃ واستمرت تلک الحیاۃ الی الان وھی مستمرۃ فی المستقبل ولیس ھذا خاصا بہ صلی اللہ علیہ وسلم بل یشارکہ الانبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین فھو حی بالحیاۃ الکاملۃ وکذا سائر الانبیاء الی ان قال عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون وکذا قال زرقانی الی ان قال

ولا فهو حی مستمرا دائما۔

"امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اسے مکروہ جانتے تھے کہ کوئی کہے میں نے قبر رسول کی زیارت کی یا رسول کی زیارت کی۔ ابن رشد نے کہا کہ یہ کراہت اسی وجہ سے ہے کہ زیارت کا لفظ عموماً مردوں پر بولا جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالی نے بعد موت زندہ فرمایا اور دائمی حیات دے دی اور یہ حیات قیامت تک چلی جائے گی اور اس حیات میں باقی انبیاء کرام بھی شریک ہیں حضور اکرم حیات کاملہ سے زندہ ہیں اسی طرح باقی انبیاء بھی . . . حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اسی طرح زرقانی نے فرمایا کہ حضور اکرم حیات دائمی اور استمراری کے ساتھ زندہ ہیں۔

زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ (۵ : ۳۰۹) میں یہ مسئلہ نہایت بسط سے بیان کیا ہے۔

واورد ان ہ رد السلام علی المسلم لا یختص بہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا بالانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام فقد صح مرفوعا من احد یمر بقبر اخیہ المؤمن ومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام واجیب بان الورد من الانبیاء ہ حقیقی وانما ہو بواسطۃ اتصال الروح بالجسد لان بینہ وبینہا اتصالا یحصل بواسطۃ التمکن من الروح کون اروا حہم لیست فی اجسادہم ولا شک ان حیاۃ الانبیاء ثابتۃ معلومۃ مستقر ثابتۃ فی الاستمرار

ونبینا صلی اللہ علیہ وسلم افضلہم بالنصوص والاجماع وإذا کان کذلک فینبغی ان تکون حیاتہ اکمل واتم من حیات سائر الانبیاء فان قال سقیم الطبع ردی الفہم لو کانت حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم مستمرۃ ثابتۃ لما کان رد روحہ معنی کما قال فی الحدیث الا رد اللہ علی روحی فان مقتضاہ انفصالہا عنہ وہو الموت۔ یجاب عن ذلک بوجوہ احدہا ان ہذا اعلام بثبوت وصف الحیاۃ دائما لثبوت رد السلام دائما لاستحالۃ خلو الوجود کلہ عن مسلم علیہ عادۃ فوصف الحیاۃ لازم رد السلام اللازم لصفۃ الحیاۃ واللازم یجب وجودہ عند ملزومہ او ملزوم ملزومہ فاطلق الملازم ہنا وہو رد الروح واراد لازمہ وصفۃ الحیاۃ الملزومۃ لرد السلام فکانہ قال الا وجدنی حیا فوصف الحیاۃ ثابتۃ دائما لان ملزوم ملزومہ ثابت دائما وہذا من نفائسات واجیب بان امور الآخرۃ لا تدرک بالعقل واحوال البرزخ اشبہ باحوال الآخرۃ۔

پھر ۸: ۱۰۳۰ پر فرمایا

ان رد الروح مجاز عن المسرۃ فانہ یقال لمن سر عادت روحہ ولمن حزن ذہبت فہو عبارۃ عن دوام سرورہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ لان الکون لا یخلو عن مسلم علیہ بل قد یتعدد فی آن واحد ما لا یحصی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی ناسمجھ یہ سوال کرے کہ حدیث میں ہے الا رد اللہ علی روحی

یعنی رد روح کا تعلق عالم برزخ سے ہے جو عالم غیب ہے اور عالم غیب کے احکام پر عقلی دلائل قائم کرنا نری جہالت ہے اور وہ شخص جاہل ہے جو خطابت اور برہان کے درمیان فرق نہیں جانتا۔

حضور اکرمؐ نے رد روح کا استعمال مختلف مواقع پر فرمایا اگر ان سب کو پیش نظر رکھا جائے تو بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے مثلاً

۱۔ ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی

۲۔ بیدار ہوتے وقت حضورؐ نے فرمایا الحمد للہ الذی رد علی روحی۔

۳۔ لیلۃ التعریس میں فرمایا ان اللہ رد اروا حکم حین شاء ورد علی حین شاء

پہلی دو حدیثوں میں ضمیر متکلم ہے تیسری میں ضمیر مخاطب ہے تینوں میں مواقع مختلف ہیں یہ باتیں صحابہ سے اس وقت فرمائیں جب حضورؐ اس دنیا میں یعنی عالم حیات دنیوی میں رہتے۔

حدیث نمبر ۲ اور نمبر ۳ سے ظاہر ہے رد روح بدن مردہ میں نہیں ہوا دونوں حالتوں میں بدن زندہ تھے نیند کی حالت میں تھے جب زندہ تھے تو رد روح سے کیا مراد ہوئی۔ پھر پہلی دو حدیثوں میں ضمیر متکلم سے حضورؐ کا بدن اطہر مراد ہے جو کلام کرتا ہے مگر پہلی حدیث میں رد روح کا تعلق عالم برزخ سے ہے دوسری میں عالم دنیا سے ہے لہذا رد روح نہ یہاں بدن مردہ میں ہوا نہ برزخ میں بلکہ دونوں جگہ رد روح کو زندہ جسم کے متعلق بیان کیا گیا ہے اسی طرح تیسری حدیث میں مخاطبین مردہ نہیں تھے زندہ تھے سو رہے تھے مگر ان کے لئے رد روح کے الفاظ حضور اکرمؐ نے خود فرمائے۔ اس لئے اگر برزخ میں رد روح سے

تو رد روح اس وقت انفصال روح یعنی موت ہو تو حیات دائمی کیسے ثابت ہوئی۔ جواب اوّل یہ ہے کہ حدیث میں ذکر ہے رد روح کا جو ملزوم ہے وصف حیات کا اور حیات، رد روح کو لازم ہے۔ پھر حیات ملزوم ہے رد سلام کی اور رد سلام لازم ہے حیات کا۔ تو یہاں ذکر ملزوم کا ہے جو رد روح ہے اور ارادہ لازم کا جو حیات ہے اور حیات کو رد سلام لازم ہوگا مطلب یہ ہوا کہ رد روح سے مراد ہی جب حیات ہے تو سلام کا جواب دیتے وقت حیات موجود ہوگی یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اس وقت میں زندہ موجود ہوتا ہوں اور سلام کا جواب دیتا ہوں اس سے تو حیات دائمی ثابت ہوئی۔ دوسرا جواب یہ ہے حضورؐ کو حیات جسمانی عالم برزخ میں حاصل ہے اور سلام کا جواب بھی برزخ میں فرماتے ہیں اور عالم برزخ مشابہ ہے عالم آخرت کے اور عالم آخرت کے احکام عقل سے حل نہیں ہو سکتے لہٰذا عقل سے حل کئے بغیر حدیث پر ایمان لانا فرض ہے کہ حضورؐ عالم برزخ میں حیات جسمانی حاصل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ رد روح سے مراد سرور و لذت ہے۔ جیسے عام بول چال میں جب کوئی شخص کسی بات سے خوش ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میری روح لوٹ آئی یا میری روح تازہ ہو گئی جب کوئی المناک خبر سنتا ہے تو کہتا ہے میری روح نکل گئی تو اس سے مراد دائمی سرور ہوا۔

شیخ انورؒ نے فیض الباری (۱: ۴۷۶) میں ایک اور جواب دیا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ان ردّ اللہ علی روحی ما معناہ

اقول فالاسھل فی الجواب ان یقال انہ من عالم الغیب

واقامۃ الدلائل العقلیۃ علیہ جھل ومن یطیق ذلک

وانما یشتغل بہ من لا یعرف الفرق بین الخطابۃ والبرھان۔

مراد مردہ جسم میں روح کے لوٹنے کے لئے جائیں تو اس دنیا میں بھی یہی معنی لئے جائیں گے کیا کوئی ذی ہوش انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث نمبر ۲، نمبر ۳ میں رد روح مردہ اجسام میں ہوا اگر نہیں تو پہلی حدیث میں یہ معنی لینے کی کیا وجہ ہے۔

علامہ انور شاہؒ نے تو بات ہی صاف کر دی

وقد تخایل ان رد الروح ینافی الحیاۃ وھو یقرر ھا فان الرد انما یکون الی الحی لا الی الجماد کما وقع فی حدیث لیلۃ التعریس یرید بقولہ الانبیاء احیاء المجموعۃ الاشخاص لا الارواح فقط وما المراد بضمیر المتکلم فی قولہ الا رد اللہ علی روحی ھو غیر الروح

یعنی موت کا خیال بھی رد کیا جائے یہ جملہ تو حیات کو مضبوط کرتا ہے۔

رد روح ہوتا ہی جسم زندہ کی طرف ہے جیسا حدیث لیلۃ التعریس سے ظاہر ہے اور انبیاء جسم اور روح کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں صرف روح سے نہیں اور ضمیر متکلم جو علیؑ میں مذکور ہے دونوں جگہ موجود ہے دونوں جگہ بدن اطہر رسول مراد ہے جو کلام کر رہا ہے مگر جائیں دو ہیں ایک عالم دنیا ایک عالم برزخ لہٰذا دونوں میں حیات ثابت ہے اور رد روح سے موت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ برزخ میں حیات دائمی ثابت ہوتی ہے۔

اب چند وہ حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جن کا تعلق بلوغ سلام سے ہے۔

۱۔ اکثروا الصلوٰۃ علیّ فان صلوتکم معروضۃ علیّ

۲۔ من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ نائیا وکل اللہ بھا ملکا یبلغنی۔

۳۔ من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ نائیا

ابلغتہ،

۴۔ ان اللّٰہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام

ان سب احادیث میں ضمیر متکلم استعمال ہوئی ہے اور حضورؐ نے اسوقت فرمائی جب اس دنیا میں عین حیات میں تھے اور صحابہ سامنے موجود تھے لہذا جس طرح درود و صلوٰۃ آپ کی ذات پر اس دنیا میں پیش ہوتا تھا اسی طرح برزخ میں پیش ہوتا ہے۔

معروضت علی اور تبلیغنی سے حضورؐ کی ذات مراد ہے اس لئے یا تو دونوں جگہ زندہ جسم ماننا پڑے گا یا دونوں جگہ میت ماننا پڑے گا ایک جگہ زندہ اور ایک جگہ مردہ ماننا اس کی گنجائش نہیں اور دونوں جگہ مردہ ماننا نری حماقت ہے لہذا اس کے بغیر چارہ نہیں کہ دونوں حالتوں میں جسم زندہ تسلیم کرو پس دونوں حالتوں میں حیات ثابت ہے۔

بلوغ صلوٰۃ وسلام و اسماع عند القبر

اس عنوان کو زیر بحث لانا دو لحاظ سے ضروری ہے اوّل یہ کہ اس مسئلہ میں شرذمہ قلیلہ نے عوام کو گمراہ کرنے اور مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دینے کی باقاعدہ مہم چلا رکھی ہے دوسرا اس لحاظ سے ضروری ہے کہ اس کے ثابت ہو جانے سے حیات انبیاء کا ایک اور ثبوت منظر عام پر آجائے گا۔

اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ روضۂ اطہر کے پاس مسجد نبوی میں درود پڑھا جائے جس کو عرفاً قریب کہا جاتا ہے تو حضور اکرمؐ خود بنفس نفیس سن کر جواب دیتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے جسے عرفاً بعید کہا جاتا ہے تو ملائکہ کے ذریعے درود وسلام پہنچایا جاتا ہے۔

اس اجماعی مسلک کے برعکس ایک چور دروازے سے اس کی تردید کی راہ نکالی گئی ہے کہ جس حدیث سے سماع عند القبر کے قائلین استدلال کرتے ہیں اس کی سند میں ایک راوی محمد بن مروان سدی صغیر ہے جو متروک الحدیث ہے لہٰذا یہ مسئلہ غلط ہے اللالی المصنوعہ کے حوالے سے وہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

عن ابی هریرة مرفوعا من صلی علی عند قبری سمعته الخ لا یصح محمد بن مروان هو السدی الصغیر کذاب۔ قال العقیلی لا اصل لهذا الحدیث (۱: ۲۸۳)

پہلی بات تو یہ ہے کہ علامہ سیوطی نے عقیلی کا قول نقل کر دیا اور اپنے پلے باندھ لیا کہ اپنی لپ بند کا تھا مگر اسی کتاب کا ایک صفحہ چھوڑ کر اگلے صفحے پر علامہ سیوطی کے

یہ الفاظ کیوں نہ دکھائی دیے کہ

قلت ھذا الحدیث اخرجہ الطبرانی وابو نعیم فی الحلیۃ

ولہ شواھد یرتقی بھا الی درجۃ الحسن (۱: ۵۲۸)

خط کشیدہ الفاظ کے ہوتے ہوئے اس حدیث کو ناقابلِ التفات یا بے اصل

کہنا بس جرأت رندانہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ جمہور علماء محدثین متکلمین اور صوفیہ نے اس حدیث

سے استدلال کیا ہے جو الحافظ ابی محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصفہانی

المعروف بابی الشیخ المتوفی ۳۶۹ ھ کی کتاب "ثواب الاعمال" میں درج

ہے۔ جس کی سند جمہور محدثین اہل السنت کے نزدیک جید و صحیح ہے

علامہ ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ مناسک حج (ص ۳۹۱) میں قریب و بعید

کی تصریح فرمائی ہے۔

صلوا علی حیثما کنتم فان صلوتکم تبلغنی قال فاخبر انہ صلی اللہ

علیہ وسلم یسمع الصلوۃ والسلام من القریب وانہ یبلغہ

ذلک من البعید۔

اس حدیث کے متعلق محدثین و شارح حدیث کی آراء

(۱) فتح الباری (۶: ۳۱۲)

ومن شواھد الحدیث ما اخرجہ ابو داؤد من حدیث

ابی ھریرۃ رفعہ وقال فیہ صلوا علیّ فان صلوتکم

تبلغنی حیث کنتم۔ سندہ صحیح واخرجہ ابو الشیخ فی کتاب

الثواب بسند جید بلفظ من صلی علی عند قبری سمعتہ

ومن صلی نائیا ابلغتہ وعند ابی داؤد والنسائی وصححہ

ابن خزیمہ وغیرہ عن اوس الی ان قال فان صلوتکم معروضۃ علیّ فقالوا کیف تعرض وقد ارمت الخ

(۲) القول البدیع ص۱۵۳ قلت سندہ جید

(۳) فتح الملہم ۱: ۳۳۰

واخرجہ ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیا بلغتہ

(۴) اللآلی المصنوعہ ۱: ۲۸۵

قلت ھذا الحدیث اخرجہ الطبرانی وابو نعیم فی الحلیۃ ولہ شواھد یرتقی بھا الی درجۃ الحسن

(۵) تنزیہ الشریعۃ ۱: ۳۳۵

من صلی علیّ عند قبری سمعتہ الخ من حدیث ابو ھریرۃ ولا یصح فیہ محمد بن مروان السدی الصغیر وقال العقیلی لا اصل لھذا الحدیث تعقب بان البیھقی اخرجہ فی الشعب من ھذا الطریق وتابع عن الاعمش فیہ ابومعاویۃ اخرجہ ابو الشیخ فی الثواب قلت سندہ جید کما نقلہ السخاوی عن شیخہ الحافظ ابن حجر ولہ شواھد من حدیث ابن مسعود وابن عباس وابی ھریرۃ اخرجھا البیھقی ومن حدیث ابی بکر الصدیق اخرجہ الدیلمی ومن حدیث عمار بن یاسر الی ان قال قلت منھا ای من شواھد حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون واخرجہ من طرق وصحح بعضھا وقال فی کتاب الاعتقاد الانبیاء

احیاء بعد ما قبضوا ، ردا لیھم ارواحھم فھم احیاء عند ربھم

مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنے رسالہ السعی المشکور فی رد المذہب المأثور میں اس مسئلے پر بحث فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں۔

روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو نبی کریمؐ خود سن کر جواب دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

وکذا جواب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لسلام الزائر ثابت بالسنۃ واجماع الامۃ۔ صفحہ ۱۵۲

پھر صفحہ ۱۵۷ پر فرماتے ہیں ،، غایۃ الامر یہ ہے کہ وہ طریقہ جس میں محمد بن مروان سدی واقع ہے۔ ضعیف ہے اس وجہ سے کہ اس کے حق میں نقادوں سے بہت سے کلمات جرح کے واقع ہیں جیسا صارم میں مذکور ہے اور اگر بالفرض یہ حدیث بجمیع طرق قابل اعتبار نہ ہو تو بھی کچھ حرج نہیں اس وجہ سے میت کا اس سلام کو جو قبر کے نزدیک ہو سننا اور اس کا جواب دینا کوئی میت ہو ادلہ واضح سے ثابت ہے اور تحقیق اس کی اپنے مقام پر بشرح وبسط مع رد اقوال مخالفین مذکور ہے پس آنحضرتؐ کا اس سلام کو جو آپ کی قبر کے پاس ہو سننا اور اس کا جواب دینا بدرجہ اولی ثابت ہے گو کوئی نص خاص اس باب میں نہ پائی جائے اور ان نصوص سے جو کہ حیات انبیاء بالخصوص حیات نبینا صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اور ان کا عبادت میں مشغول ہونا ان سے ثابت ہے زیادہ تر تاکید ہوتی ہے،،۔

مولانا نے سدی کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اور صارم کا حوالہ دیا ہے مگر ابن عبدالہادی نے الصارم المنکی میں صفحہ ۱۴۹ پر سدی کی حدیث کو موضوع لکھا ہے اور وہ بلادلیل جب اس کے شواہد موجود ہیں تو زیادہ سے زیادہ درجہ ضعف میں داخل ہوگی موضوع لکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بہر حال وہ حدیث جیسی بھی ہو جب

ہمارا استدلال ہی اس سے نہیں تو اس کو زیر بحث لانا فضول ہے بلکہ استدلال تو ابوالشیخ کی سند سے ہے جو جید سند ہے اور اس کے حق میں ثبوت پیش کر دیئے گئے ہیں۔

اب ہم علماء کے وہ اقوال پیش کرتے ہیں جن میں اس سننے اور پہنچانے کے معاملے کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے اور اس سے حیات النبی کا مسئلہ ثابت کیا ہے۔

۱۔ الجوہر المنظم علامہ ابن حجر مکی ص ۲۳، ۲۶

وفی اخری للطبرانی لیس من عبد یصلیّ علی الا بلغنی صوته قلنا یا رسول اللہ و بعد وفاتک قال و بعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ای فسمعهم الحسیٌ کبقیة حواسهم الظاهریة والباطنیة باقیة بحالها کما کانت علیه قبل وفاتهم علی نبینا صلی اللہ علیه وسلم لکن اللہ تعالیٰ اغناهم عن الاحتیاج الی الغذاء الحسی کرامة لهم کالملائکة۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ

ا۔ روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر سلام پڑھنے والے کی آواز حضورؐ خود سنتے ہیں۔

ب۔ حضورؐ نے تصریح فرما دی کہ جس طرح میں اس دنیوی زندگی میں سنتا ہوں اسی طرح بعد وفات بھی سنوں گا۔

ج۔ انبیاء کے اجسام صحیح و سالم رہتے ہیں۔

د۔ ان کے حواس ظاہری و باطنی بعد موت صحیح رہتے ہیں جیسے دنیا میں تھے۔

۱۔ ملائکہ کی طرح انہیں غذائے حسی کی حاجت نہیں ہوتی ۔

(۲) ایضاً ص ۲۳

انہ صلی اللہ علیہ وسلم یبلغہ الصلوٰۃ والسلام اذا صدر
من بعید ویسمعہا اذا کان عند قبرہ الشریف بلا واسطۃ

(۳) ایضاً ص ۲۴ ینال الزائرون بقبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فضیلۃ عظیمۃ فیجمع اللہ تعالیٰ لہم بین سماع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لاصواتہم من غیر واسطۃ وبین
ردہ علیہم السلام بنفسہ ۔ یعنی زائر کا سلام وصلوٰۃ حضور ؐ
خود سنتے ہیں اور بلا واسطہ سنتے ہیں مگر نئے توحیدی کہتے ہیں کہ نہیں
بس صرف ثواب پہنچتا ہے ۔

(۴) ایضاً ص ۲۴ وعلم من تلک الاحادیث ایضا انہ صلی اللہ
علیہ وسلم حی علی الدوام اذ من المحال العادی ان یخلوا
الوجود کلہ عن واحد یسلم علیہ فی لیل او نہار فنحن
نؤمن ونصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق وان
جسدہ الشریف لا تاکلہ الارض وکذا سائر الانبیاء علیہم السلام
والاجماع علی ہذا ۔
حضور کا سننا اور حیات امت کا اجماعی عقیدہ ہے ۔

(۵) ایضاً ص ۲۵ فہو صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام ونحوہا
لما مر ان الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون
یعنی حضور ؐ کی یہ حیات دائمی ہے عارضی اور وقتی نہیں ۔

(۶) ایضاً ص ۲۵ ومعنی رد الروح الیہ انہا ردت الیہ عقیب دفنہ

صلی اللہ علیہ وسلم لاجل سلامہم واستمرت فی جسدہ الشریف لا انہا تعاد لرد السلام ثم تنزع۔

یعنی رد روح بعد دفن ہوا پھر حضورؐ کے جسد اطہر میں ہی ہمیشہ کے لئے روح موجود ہے یہ نہیں کہ سلام کے لئے بار بار نکالا اور لوٹایا جاتا ہے۔

(۷) ایضاً ص ۹ ج ۲ اما ادلۃ حیات الانبیاء علیہم السلام فمقتضاھا حیات الابدان کحالۃ الدنیا مع الاستغناء عن الغذاء۔

یعنی حیات سے مراد ہی حیات بدنی ہے۔

(۸) مرقاۃ ۲ : ۲۲۳ وفیہ اشارۃ الی حیاتہ الدائمۃ وفرحہ ببلوغ سلام امتہ

(۹) السعی المشکور ص ۲۵۵ ومن اعظم فوائد الزائرون لزیارۃ ان زارہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعاً حقیقیاً ورد علیہ من غیرہ واسطۃ دناھیک بہذا اللہ ہی الفاظ ملا علی القاری نے درۃ المفیدہ فی زیارۃ المصطفویہ میں لکھے ہیں اس کے بعد فرمایا وجاء عنہ صلی اللہ علیہ وسلم بسند جید من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ

(۱۰) منح مکیہ از ابن حجر مکی : ما اقتضاہ کلامہ من ان زائرہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعاً حقیقیاً ویرد علیہ من غیرہ واسطۃ

(۱۱) نسیم الریاض ۳ : ۵۰۲

وبما تقرر فی ھذہ الاحادیث علم انہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلغہ الصلوٰۃ والسلام اذا صدر من بعید ویسمعہا اذا کان عند قبرہ الشریف بلا واسطۃ

(۱۲) مرقاۃ ۳: ۵۲۵

انہ قد ثبت من صلی علیہ نائیا بلغہ ومن صلی علیہ عند قبرہ سمعہ

(۱۳) تحقیق حق المبین ص۳۱ شاہ احمد سعید مجددی

وقد اتفق العلماء علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حی فی قبرہ الشریف یعلم بزائرہ۔

(۱۴) زرقانی ۵: ۳۳۴ مما یحصل من جملۃ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکہم وان کانوا موجودین احیاء ولا یراھم احد من نوعنا الا من خصہ اللہ تعالیٰ بکرامۃ من اولیائہ۔

یعنی انبیاء کرام کی موت یہی ہے کہ ہم سے غائب کر دیئے گئے ہیں۔

(۱۵) زرقانی ۵: ۳۳۵ ولذا جعلوا من ادلۃ الحیاۃ علی الدوام ان روحہ لا تفارقہ ابدا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ

یعنی یہ حدیث حضورؐ کی دائمی حیات کی دلیل ہے روح کبھی بدن سے جدا نہیں ہوتا۔

(۱۶) مرقاۃ ۲: ۲۱۲ قلت قد قدمنا ان الانبیاء لا یموتون کما ھم الاحیاء بل ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء

وقد وردت الاحادیث والاخبار انهم احیاء فی قبورهم یصلون

(۱۷) زرقانی ۵: ۳۳۴ ولانهم احیاء عند ربهم یرزقون حیاۃ حقیقۃ والصلوۃ تستدعی جسدا حیا قلنا انما الشرعیۃ او اللغویۃ ولا یلزم من ذلک من کونها حقیقۃ ان تکون الابدان معها کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب ونحوهما من صفات الاجسام التی نشاهدها لان ذلک عادی لا عقلی وهذہ الملائکۃ احیاء ولا یحتاجون الی ذلک

(۱۸) مرقاۃ ۱۱: ۲۵۶ لاعدۃ علیهن لانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ وکذلک سائر الانبیاء

(۱۹) زرقانی ۸: ۲۹۹

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رانی بعد موتی کما زارنی فی حیاتی لانہ حی فی قبرہ یعلم من یزورہ ویرد السلام۔

اس روایت کے متعلق بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ زیارت ہوئی تو صحابی ہو گیا حالانکہ صحابی ہونے کے لئے دیکھنے والے کا مادی آنکھوں سے دیکھنا شرط ہے اور حضورؐ کا دار التکلیف مادی دنیا میں ہونا شرط ہے۔

(۲۰) زرقانی ۸: ۳۰۵ آداب زیارت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یقف عند الشباک بالخشوع والادب کما کان یفعل بین

يديه في حياته اذ هو حي ويستحضر علمه بوقوفه بين يديه وسماعه لسلامه كما هو في حال حياته اذ لا فرق بين موته وحياته في مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك عنده جلي ظاهر لاخفاء به باطلاع الله تعالى له على ذلك

یعنی روضۂ اطہر کی حاضری کے وقت وہی صورت اختیار کرے جیسے حضورؐ کی اس دنیوی زندگی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اختیار کیجاتی تھی کیونکہ حضورؐ کی دنیوی زندگی اور بعد موت کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔

(۷۱) زرقانی ۵: ۳۳۴

وقد ثبت ان اجساد الانبياء لا تبلى وعود الروح الى الجسد ثابت في الصحيح لسائر الموتى فضلا عن الشهداء وفضلا من الانبياء وانما النظر في استمرارها في البدن وفي ان البدن يصير حيا كحالته في الدنيا او حيا بدونها وهي حيث شاء الله تعالى فان ملازمة الروح للحياة امر عادي اجرى الله العادة به فيجوز تخلفه لا عقلي فيمتنع تخلفه فهذا الحياة بلا روح مما يجوزه العقل وقد ذكر جماعة من العلماء ويشهد له صلوة موسى في قبره كما ثبت في الصحيح واختلف فيها فقيل الصلوة اللغوية اي يدعو الله ويذكر الله ويثني عليه وقيل الشرعية ولا مانع من ذلك لانه الى الآن في الدنيا وهي دار تعبد وعلى هذا اجرى القرطبي فقال الحديث يدل بظاهره

علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم راٰہ ای راٰی موسیٰؑ ای رؤیتہ حقیقۃ فی الیقظۃ وانہ حی فی قبرہ یصلی الصلوٰۃ التی کان یصلیہا فی الحیاۃ وذلک ممکن فان الصلوٰۃ تستدعی جسدا حیا سواء۔ انہا الشرعیۃ او اللغویۃ وکذلک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلہا صفات الاجسام ولا یلزم من کونہا حیاۃ حقیقۃ ان تکون الابدان معہا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب الی ان قال و فی الفتاوی الانبیاء احیاء والشہداء والعلماء لا یبلون والانبیاء والشہداء یاکلون ویشربون فی قبورھم ویصلون ویصومون ویحجون الی ان قال فلیس فی العقل ما یمنع من اثبات الحیاۃ الحقیقیۃ لہم واما الادراکات کالعلم والسماع فذلک ثابت لہم ولسائر الموتی۔

۴۲۔ السعی المشکور صـ ۲۵۲ ابن عبد الہادی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وکذا جواب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الزائر ثابت بالسنۃ واجماع الامۃ وجواب غیرہ الزائر مختلف فیہ

اسی طرح بار بار کثرت سے زیارت کے لیے جانا اور صلوٰۃ وسلام پڑھنا صحابہ کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے

۴۳۔ السعی المشکور صـ ۲۵۲

علی ان الاکثار ایضا کما مروی عن ابن عمر ولم ینکر علیہ احد من الصحابۃ ولا زجر فکان اجماعا سکوتیا علی جوازہ وذلک کان وات فی بابہ

یعنی حضرت ابن عمر کثرت سے زیارت کو جاتے کسی صحابی نے نہ اس کا انکار کیا نہ زجر لہٰذا یہ صحابہ کا اجماع سکوتی ہوا اس سلسلے میں یہ کافی ہے۔

اور حضرت انور شاہ صاحب اس ضمن میں ایک اصولی بات فرماتے ہیں دین نام ہے تعامل امت کا ایک دو روایتوں کا نام دین نہیں۔

ولیس الطریق ان یبنی الدین علی لفظ حدید مید ون المنظر الی التعامل (فیض الباری ۲: ۲۶۶)

یعنی دیکھنا یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کسی خاص مسئلے میں عمل کس طرح ہوتا رہا ہے۔

ان روایات اقوال اور آثار سے یہ ظاہر ہے کہ دو مسئلے قانون کلی کا حکم رکھتے ہیں اول ۔ حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں عبادت میں مشغول ہیں دوم ۔ زائر جو روضہ اطہر پہ جاکر صلوٰۃ و سلام پڑھے حضور سن کر جواب دیتے ہیں یہ دونوں مسئلے اجماعی اور امت محمدیہ میں متفقہ ہیں کسی فرد کو ان میں اختلاف نہیں رہا ان دو مسائل کے ثابت ہونے اور ان پر امت کا اجماع ثابت ہونے سے تیسرا مسئلہ از خود ثابت ہو گیا کہ روح کا تعلق بدن سے ہے اور انبیاء کی حیات استمراری ہے۔

آج سے چند برس بیشتر ایک قلیل سے گروہ نے اس اجماعی مسئلہ کے خلاف آواز اٹھائی اور یہاں تک چیخ و پکار کی کہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل ہونے لگی انہیں چیلنج کیا گیا کہ ایک روایت ہی پیش کرو جو صاف اعلان کرے کہ انبیاء قبروں میں زندہ نہیں ہیں نمازیں نہیں پڑھتے بلکہ ان کے وجود قبروں میں معطل ہیں اور بوسیدہ ہوگئے ہیں۔ دوسرا جو شخص روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے تو حضور نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں

مگر اس چیلنج کے جواب میں ایک آواز بھی نہ اٹھی۔ مگر میرا تعلق چونکہ کسی سیاسی جماعت سے نہیں اور دین کو ذریعہ معاش کبھی بنایا نہیں اس لئے شہرت نہ ہوئی اور اس قلیل گروہ نے میرے چیلنج کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور شغل تکفیر میں مگن رہے جب ان کے رد میں احادیث و روایات بعض علما نے اپنے رسائل میں جمع کر دیں تو ان لوگوں نے یہ موقف اختیار کیا کسی حدیث کا انکار کیا کسی کو موضوع کسی کو منکر کسی کو مضطرب کسی کو ضعیف کہا کسی کو تعارض سے ساقط کیا مگر ساری کارروائی کے لئے اس کے بغیر اور کوئی اور دلیل پیش نہیں کہ ع مستند ہے میرا فرمایا ہوا۔

ان حضرات کی اس متبدعانہ سینہ زوری کی کچھ تفصیل ملاحظہ ہو اور اس میں تدریجی ترقی دیکھتے چلے جائیں۔

(۱) ندائے حق ص ۲۷ " اگر کوئی غیر مجتہد ہے تو اس کی تشریح غیر مقبول ہے"

(۲) شفاء الصدور ص ۱۰۰ امام ملا علی القاری نے کثیر الغلط فی کتبہا یعنی مفسر، محدث، متکلم فقیہ جسے ترجمان حنفیت کہا جاتا ہے ان کی کتابوں میں اکثر غلط باتیں ہیں گویا کتابوں کی صحت کے لئے دیلوی نسبت ہونا شرط ہے باقی سب غلط۔

(۳) شفاء الصدور ص ۱۰۰ صاحب تفسیر روح المعانی کو مردود القول لکھا

(۴) شفاء الصدور ص ۱۰۱ علامہ شامی، علامہ سیوطی اور علامہ سبکی کو مردود القول لکھا اب دیکھئے غیر مجتہد کی قید بھی اٹھتی ہے۔

(۵) ندائے حق ص ۱۴ کسی سلف یا خلف، اکابر یا اصاغر، جماہیر ہوں یا مشاہیر کا قول و فعل حجت نہیں۔

(۶) ندائے حق ص ۱۵ تمام سلف صالحین کو فرضی جمہور فرضی اکابر لکھا۔

(۷) ندائے حق ص ۱۸ جمہور سلف اکابر کے کشکولوں میں زہر بھری ہے۔
ندائے حق ص ۱۴۹ جمہور کا خلاف کوئی عیب نہیں۔ مجتہد بھی گئے
ایک قدم آگے بڑھے۔
(۸) ندائے حق ص ۱۸ مولانا سرفراز کو لکھتے ہیں کیا تسکین لکھتے وقت یہ قاعدہ
بھول گیا تھا کہ صحابی کا قول وفعل حجت نہیں۔
یعنی اب قافلہ منزل کے قریب پہنچ رہا ہے۔
(۹) شفاء الصدور ص ۱۰۳ ولیعلم ان المجتہد ھی قول النبی او فعلہ
او تقریرہ دون اقوال الرجال وا لہامہم وما ذکرنا
فی ھذا الباب منہا اقوال الرجال ومنہا افعالہم و
منہا کشوفہم ومنہا مناماتہم ثم منہا موضوعۃ ومنہا
منکرۃ واما اخبار الرسول الصحیحۃ فقلیلۃ جدا فاین
التواتر وتلک القلیلۃ ایضا ساقطۃ او مؤولۃ اذھی
تخالف النصوص وعمل الصحابۃ
یعنی دعویٰ یہ ہے کہ
ا۔ حجت صرف قول رسول ہے اقوال رجال نہیں۔
ب۔ صحیح اقوال رسول نہایت قلیل ہیں۔
ج۔ جو قلیل ہیں وہ بھی ساقط الاعتبار ہیں کیونکہ نصوص اور عمل صحابہ کے
خلاف ہیں لوگ بڑے بڑے معمے حل کر کے ہزاروں روپے انعام لیتے
ہیں یہ معمہ بھلا کوئی حل کر کے تو دکھائے۔
قول رسول حجت ہے۔ صحیح اقوال رسول نہایت قلیل ہیں جو ہیں وہ
ساقط الاعتبار ہیں پھر وہ جو حجت ہے وہ کہاں سے ملے گا؟ کیا قلیل اور ساقط الاعتبار

قول رسول پر سارے دین کی عمارت استوار ہوئی ہے اب آپ اس تثلیث ، میں سے اصل نقطہ تلاش کریں اس کے بغیر کیا ہے کہ قول رسول بھی حجت نہیں۔ مگر صاف لکھنے میں شاید شرم محسوس ہوتی تھی کوئی رمق ابھی باقی ہوگی اس لئے اس زہر پر شکر کے دو کوٹ کر دیئے ظاہر ہے کہ کتب حدیث اقوال و افعال رسول اور تقریر رسول پر ہی زیادہ تر مشتمل ہیں جب ان میں صحیح اقوال رسول نہایت قلیل ہیں اور وہ بھی ساقط الاعتبار ہیں تو انکار حدیث کس جانور کا نام ہوا اور منکر حدیث کے سر کوئی سینگ ہوتے ہیں یا اس کے چہرے پر کوئی لیبل لگا ہوتا ہے جب دل کی بات زبان پر آ گئی کہ رسول کا کوئی صحیح قول قابل اعتبار موجود ہی نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ انکار حدیث کا اعلان ہو گیا۔

اب ذرا ان کی اپنی زبانی ان کی حیثیت ملاحظہ ہو۔

ندائے حق ص۱۳۲ پر لکھا کہ اجماع کا منکر کافر ہے منکر تواتر کافر ہے ، منکر حدیث رسول بھی کافر ہے۔

اور یہ تینوں اوصاف "جمیلہ" ان کی کتب سے خود انہی کے اندر دکھائی دیتے ہیں بلکہ یہ خود اعلان کرتے ہیں تو ان کی حیثیت کیا ہوئی ، جب کسی غیر مجتہد کی تشریح مقبول نہیں جمہور فرضی ہیں۔ جمہور کا قول حجت نہیں سلف کے کشکول میں زہر بھرا ہے صحابی کا قول و فعل حجت نہیں رسول کا قول حجت نہیں کیونکہ صحیح اور قابل اعتبار قول کا وجود نہیں ، پھر اسلام کہاں سے ملے اور کفر کسے کہتے ہیں۔

ہاں لے دے کے ایک قرآن رہ گیا مگر اس میں کے بیان کردہ اصول اور تعلیمات کی تشریح تعبیر تفصیل کی ضرورت لازما ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس کی صحیح تعبیر وہی ہوگی جو قرآن لانے والے نے بتائی مگر اس عظیم مفسر قرآن کا

کوئی صحیح اور معتبر قول ملتا نہیں اور جب اس کے براہ راست شاگردوں کا قول و فعل حجت نہیں تو ان کی تفسیر قرآن کیسے حجت ہوگی باقی مفسرین خود مردود القول ہیں ان کے کشکول میں زہر بھرا ہے ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ جس پر یہ چھوٹا سا گروہ لوگوں کو جمع کرنا چاہتا ہے کہ "لوگو! قرآن ہم سے سمجھو، تفسیر ہم سے سیکھو، تعبیر ہماری قبول کرو" یعنی اور کسی کو نہ سنو ہماری سنو، مفسرین کی نہ سنو، محدثین کی نہ سنو فقہا کی نہ سنو، سب نے زہریلا مواد بغل میں دبا رکھا ہے۔ ہمارے پاس آؤ آب زلال بلکہ آب حیات پلانے کے واحد ٹھیکہ دار ہم ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری پرستش کرو ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ ہمارے بغیر کسی کی بات نہ سنو، نہ مخلوق کی نہ خالق کی کیونکہ مخلوق سب ناقابل اعتبار اور خالق کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی جب تک ہم نہ سمجھائیں کیونکہ خالق اور مخلوق کے درمیان واحد واسطہ ہماری جماعت ہے الا کان کھول کے سن لو یہ ہے اصلی ستھری توحید"

ہائے افسوس خود پرستی کے مرض نے ان لوگوں کو کہاں پہنچایا، افسوس کہ دوسروں کو بھی اسی اندھیرے کھڈ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

ان حضرات نے حدیث کا انکار تو کر دیا مگر بڑی پرکاری سے مگر انکار بہرحال انکار ہے خواہ کسی رنگ میں ہو منکرین حدیث کے متعلق علامہ ابن قیم کیا خوب کہہ گئے ہیں۔

انزل الله علی رسوله وحیین واوجب علی عباده الایمان بهما والعمل بما فیهما وهما الکتاب والحکمة الی ان قال الکتاب هو القرآن والحکمة هی السنة باتفاق السلف الی ان قال هذا اصل متفق علیه بین اهل الاسلام لا ینکره الا من لیس منهم ای من اهل الاسلام (کتاب الروح صد ۹۲)

یعنی سنت رسول کا انکار وہی کرسکتا ہے جس کا اسلام سے دور کا رشتہ بھی نہ ہو۔

علامہ علی القاری حدیث فمن رغب عن سنتی فلیس منی کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

وفیہ اشعار بان من خالف السنۃ وان کان فی الظاہر مزینا خطیبا مکس ما عند الناس فہو فی الحقیقۃ بجس انجس من الکلب (مرقاۃ ۲ : ۴۷)

سنت کی مخالفت تو ایک طرف رہی جو صحیح حدیث کے وجود سے انکار کردے وہ سنت کہاں سے تلاش کرے گا اور اسے موافقت یا مخالفت کی فکر یا تمیز کیونکر ہوگی۔

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ کردینا بھی ضروری ہے۔

مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے تسکین القلوب صد ۹۳ پر مولانا سرفراز صاحب کو جواب دیتے ہوئے اور اس بات کا رد کرتے ہوئے کہ روح کا تعلق بدن رسول سے ہمیشہ ہوتا ہے فرمایا۔

" کوئی نہیں ہوتا اور یہ سرور پا لکھا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے کسی قرآن کے حاشیہ سے نقل کیا ہے "۔

حالانکہ قاضی صاحب کا دعویٰ بھی غلط اور ان کی تحقیق بھی غلط شاہ صاحب نے میزان العقائد شرح عقائد نسفیہ کے صد ۹۴ پر فرمایا اور اصول بتایا کہ روح اور جسد کا تعلق کٹتا ہی نہیں۔

فیعذب اللحم متصلا بالروح والروح متصلا بالجسد وکذا اذا صار ترابا یکون روحہ بتوابہ والروح

والتراب یتالمان۔

لطف کی بات یہ ہے کہ قاضی صاحب اپنی کتاب مسالک العلماء میں لکھ چکے ہیں کہ روح کو مع بدن عذاب ہوتا ہے اور روح بدن سے متصل ہوتا ہے۔ خدا جانے اس حافظے کو ایسے حضرات سے چڑ کیوں ہے۔

انبیاء علیہم السلام

کا قبور میں نماز باجماعت پڑھنا

حدیث لیلۃ الاسراء سے یہ بات واضح طور پر سامنے آچکی ہے کہ حضورؐ نے حضرت موسیٰؑ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اب ہم اس امر کے دلائل پیش کریں گے کہ نماز باجماعت بھی ہوتی ہے۔

(۱) مشکوٰۃ باب الکرامات

عن سعید بن المسیب قال لما کان ایام الحرۃ لم یؤذن فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوٰۃ الا بهمهمة یسمعها من قبر النبیؐ رواہ الدارمی۔

(۲) دارمی ۱: ۴۴ پر

ان ہی الفاظ میں یہ روایت سعید بن عبد العزیز سے مروی ہے۔

(۳) فیض الباری ۱: ۱۸۳

وقد ثبت فی القبور کالاذان والاقامۃ عند الدارمی وقراءۃ القرآن عند الترمذی والحج عند البخاری۔

(۴) دلائل النبوۃ ابو نعیم ص ۴۹۶

قال سعید بن المسیب ما فی مسجد رسول اللہ غیری وما یأتی وقت الصلوٰۃ الا سمعت الاذان والاقامۃ

من القبر ثم التقدم فاقيم فاصلی وان اهل الشام لیدخلون
المسجد زمرا یقولون انظروا الی ھذا الشیخ المجنون۔

(۵) الجوھر المنظم ص ۳۷، ۲۹، ۳۲ اور فتح الملہم ۳: ۴۱۹
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی کما تقررد انہ یصلی
فی قبرہ باذان واقامۃ۔

(۶) رسالہ نور الایمان ص ۱۹ اور خصائص الکبری سیوطی ۳: ۴۰۵ صلوٰۃ نبی باذان
اور اقامت فرمایا

(۷) زرقانی ۸: ۳۰۴
اذھی حی فی قبرہ یصلی باذان واقامۃ کمامر

(۸) زرقانی ۵: ۳۳۲
قال (ای سعید بن المسیب) فکنت اذاحانت الصلوٰۃ اسمع
اذانا من القبر الشریف۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایام حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان نہ ہوئی
اور حضرت سعید بن المسیب اکیلے مسجد نبوی میں رہ گئے ان کا بیان ہے کہ نماز
کے اوقات کا پتہ نہیں چلتا تھا مگر ہر نماز کے وقت حضور اکرم کی قبر مبارک
میں سے اذان کی آواز آتی اقامۃ ہوتی تو وقت پہچان لیتا اور نماز پڑھتا تھا
اور اہل شام گروہ در گروہ مسجد میں آتے اور مجھے تکتے کہتے کہ دیکھو اس پاگل بڈھے
کو مرادیکھتی کہ یہاں حشر برپا ہے اور یہ دیوانہ یہاں بے فکر پڑا ہے۔

علامہ انور شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ دارمی سے اذان اور اقامہ
ثابت ہے۔ ترمذی سے قرأۃ القرآن ثابت ہے اور بخاری سے حج ثابت ہے۔
ابو نعیم۔ ابن حجر مکی، علامہ سیوطی اور زرقانی نے صاف لکھا کہ حضور زندہ

ہیں اور آپ قبر مبارک میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

ان احادیث اور اقوال محدثین کے مقابلے میں ایک سوال اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن کریم انبیاء کی موت کا اعلان کرتا ہے۔ حدیث بھری پڑی ہے کہ انبیاء دنیا سے رخصت ہو گئے تو مرنے کے بعد نماز پڑھنا کیسا؟ پہلے تو انبیاء کے مر جانے کی نفی کے دلائل پیش کئے جائیں نماز پڑھنا اور با جماعت پڑھنا تو بعد کی بحثیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے آیات قرآنی مثلاً انک میت و انہم میتون وغیرہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے ایک مرتبہ اس عالم آب و گل کو خیر باد کہنا ہے اور عالم برزخ اور عالم بقا کی طرف جانا ہے۔ ان آیات کی دلالت اسی پر ہے کہ ایک دفعہ دنیا فانی کو چھوڑنا ہے۔ یہ چھوڑنا ایسا فعل ہے کہ اسے موت کہو ہجرت کہو یا نقل مکانی کہو۔ پھر یہ بات ذہن میں رہے کہ موت عدمی چیز نہیں وجودی ہے مخلوق ہے اور اس کی حقیقت اتنی ہے کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب ان آیات سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ وہ برزخ میں زندہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس دنیا سے وہ چلے گئے اور عرف عام میں اسی جانے کو موت کہا جاتا ہے اور اسی امر کا اعلان ہے کہ چلے جاتا ہے مگر ان سے یہ ثابت کرنا کہ وہ برزخ میں بھی مردہ ہیں اگر کسی کو یہ ضد ہو تو قرآن و حدیث سے کوئی آیت یا حدیث پیش کرے کہ وہ برزخ میں بھی مردہ ہیں۔ تمام امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے اور عالم برزخ میں زندہ ہیں۔

ان حضرات نے وفات انبیاء کے سلسلے میں یہ آیات قرآنی پیش کرنے کا سبق اور فن مرزائیوں سے سیکھا ہے انہوں نے اپنا کاروبار چمکانے کے لئے جو تجاویز سوچی تھیں ان میں سے ایک تجویز یہ بھی تھی عیسیٰؑ کی موت ثابت کی جائے تاکہ مثیل مسیح یا "مسیح موعود" کے چور دروازے سے اپنا مقصد پورا کیا جائے۔

چنانچہ انہوں نے یہی آیات حضرت عیسیٰؑ کی موت کے ثبوت میں ہمیشہ پیش کی ہیں اور آج ان ماڈرن توحیدیوں نے وہ بے کار ہتھیار اٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔

انبیاء کی برزخی زندگی پہ گذشتہ ابواب میں تفصیل بحث گزر چکی ہے اب ہم اس نئے استدلال کے ضمن میں چند ایک ثبوت اور پیش کرتے ہیں۔

(۱) زرقانی ۸ : ۳۶۹

قال ابو بکر والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا لانہ یحیا فی قبرہ ثم لا یموت کما ھو احد الوجوہ المتقدمۃ قال الحافظ وھذا احسن و لعل ھذا ھو الحکمۃ فی تعریف الموتتین یعنی فی ھذہ الروایۃ المعروفتین المشھورتین الواقعتین لکل احد غیر الانبیاء فبطل تمسک بہ لانکار الحیاۃ فی القبر۔

یعنی حضرت ابوبکرؓ کا قسم کھا کر کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں ہرگز نہیں دے گا۔ ظاہر کرتا ہے کہ قبر میں آپ کو زندہ کیا جائے گا پھر موت نہ ہو گی اور آپ کی زندگی ابدی زندگی ہو گی۔

(۲) فتح الباری ۷ : ۲۰

قال ابو بکر والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا وقد تمسک بہ من انکر الحیاۃ فی القبور واجیب عن اھل السنۃ المثبتین لذلک بان المراد نفی الموت اللازم من الذی اثبتہ عمر بقولہ ولیبعثنہ اللہ فی الدنیا لیقطع ایدی القائلین بموتہ ولیس فیہ تعرض لما

یقع فی البرزخ واحسن ھذا الجواب ان یقال ان حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر لا یعقبھا موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم ولعل ھذا ھو الحکمۃ فی تعریف الموتتین حیث قال لا یذیقک اللہ الموتتین المعروفتین المشھورتین الواقعتین لکل احد غیر الانبیاء

یعنی حضرت ابوبکرؓ کے قول سے مراد یہ ہے کہ آپ نے موت لازم کی نفی کر دی جس کا اثبات حضرت عمرؓ کر رہے تھے۔

(۳) عینی شرح بخاری ۱۵ : ۱۸۵

قول ابی بکر لا یذیقک اللہ الموتتین واراد بالموتتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وھما الموتتان المعروفتان المشھورتان فلذلک ذکرھما بالتعریف وھما الموتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء فانھم لا یموتون فی قبورھم بل احیاء واما سائر الخلق فانھم یموتون فی القبر ثم یحیون یوم القیامۃ ومذھب اھل السنۃ والجماعۃ ان فی القبر وموتھا فلا بد فلا بد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء وقد تمسک بقولہ لا یذیقک اللہ الموتتین من انکر الحیاۃ فی القبر وھم المعتزلۃ ومن نحا نحوھم واجاب اھل السنۃ عن ذلک بان المراد بہ نفی الحیاۃ اللازم من الذی اثبتہ عمر بقولہ یبعثہ اللہ فی الدنیا لیقطع ایدی القائلین بموتہ فلیس فیہ نفی موت عالم البرزخ

(۴) تیسیر القاری شرح بخاری ۳ : ۲۵۴ علامہ نور الحق محدث دہلوی

لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا

یعنی بعد از موت بحیات ابدی زندہ خواہی بود از انجا وی رضی اللہ عنہ دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سائر مسلمانان کہ در وقت سوال منکر نکیر زندہ می کنند آنہا را باز میرانند ۔

(۵) ایضاً ۳ : ۲۶۲

قول مختار و مقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاء بعد از ذائقت موت زندہ اند بحیات دنیوی ۔

(۶) کتاب المغازی ۴ : ۲۱۷

موت دوم آنست کہ سائر الناس را در قبر بعد از سوال وجواب منکر نکیر خواہد بود و ایں جواب موافق جمہور علماء است کہ قائل اند بحیاۃ سائر انبیاء در عالم برزخ و بایں معنی ناطق است آثار و احادیث چنانکہ بر متتبعان پوشیدہ نیست و ایں قول نزد ما احسن اقوال است

(۷) مدارج النبوۃ ۲ : ۸۹۰ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۔

حدیث لا یذیقک اللہ کی شرح میں: مراد ایں است کہ نمی میرد بموت در قبر ہمچو دیگراں کہ زندہ گردانیدہ می شود برائے سوال جواب باز میرانیدہ می شود وظاہر آنست کہ بعد موت دیگر نیست برائے او بعد از جریان سنت الہی بر اذاقت موت و زندہ گردانیدن بعد ازاں حیات باقی و مستمر خواہد بود و ممات بعد ازاں طاری نخواہد شد پس ایں سخن اشارہ بحیات است آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(۸) حاشیہ بخاری ۱ : ۵۱۷ مولانا احمد علی سہارنپوری ۔

و الاحسن ان یقال ان حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتعقبہا موت بل یستمر حیاۃ الانبیاء احیاء فی قبورہم

حضرت صدیق اکبرؓ کی توجیہ مختلف محدثین اور شارحین حدیث نے جو کی ہے اس کی مذکورہ بالا تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ

۱۔ موت اوّل سے حیات ثانی یعنی برزخی کی نفی پر دلیل نہ پکڑے۔

۲۔ اجلہ محدثین حنفی و شافعی مثلاً علامہ بدر الدین عینی، علامہ ابن حجر عسقلانی۔ مولانا نور الحق محدث دہلوی۔ مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری۔ محدث زرقانی نے اس حدیث کا مطلب مراد اور توجیہ بیان کی ہے کوئی ذاتی رائے نہیں۔

(۳) ان حضرات نے کسی خاص محدث کا قول پیش نہیں کیا بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب بیان کیا۔

(۴) جو شخص حیات انبیاء کا قائل نہیں وہ اہل السنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا وہ معتزلہ کی جماعت کا فرد ہو سکتا ہے۔

(۵) اس عقیدہ سے انکار کرنے والا مذہب اہل السنۃ کو غلط قرار دیتا ہے لہذا یہ بدترین گمراہ ہے۔

اب ہم وہ دلائل پیش کرتے ہیں جو علماء اور محدثین نے اس حیاۃ دائمی کے سلسلے میں مختلف انداز سے پیش کئے ہیں ان میں نماز با جماعت کا ذکر بھی آئے گا اور دوسرے امور کا تذکرہ بھی ہو گا۔

(۱) زرقانی ۶ : ۴۴

وفی روایۃ عبد الرحمٰن بن ہاشم عن انس عند الطبرانی والبیہقی: ثم بعث لہ آدم فمن دونہ من الانبیاء فامہم تلک اللیلۃ ای جمیعا حرلی ۔ عبر من ذلک بالنشر . . .

او المعنی اخبر جوا من قبورھم عبر عنہ بالنشر تنبیہا لی

بعثهم من قبورهم وسعیهم الی المحشر وحضورهم فیه
یعنی انبیا جمع ہوئے، حضور اکرم ؐ نے امامت کے فرائض انجام دیئے اور
نماز باجماعت ادا ہوئی۔

(۲) زرقانی ۶: ۵۰
وحشر اللہ له المرسلین فصلی النبی بالملائکة والمرسلین

(۳) زرقانی ۶: ۲۱۶
ویحتمل الاجساد بان واجساد بان یکون اسری باجسادهم من
قبورهم لملاقات النبی صلی اللہ علیه وسلم تلك اللیلة
تشریفا له وتکریما ویؤیده حدیث عبد الرحمن بن هاشم
عن انس بعث له آدم فمن دونه من الانبیاء فامهم

اس مقام پر سوچنے کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ اگر قبروں سے نکلتے تو قبریں پھٹ جاتیں لوگ دیکھتے پھر یہ کہ قبر سے نکل کر جانا پھر لوٹ کر قبر میں آنا مشکل ہے کیونکہ میدان حشر میں جب لوگ قبروں سے اٹھ کر جائیں گے تو لوٹ کر قبروں میں نہیں آئیں گے اور اگر لوٹ کے پھر قبر میں آئیں تو یہ تیسری موت ہوگی جو ثابت نہیں لہذا یہ بات ناممکن ہے۔

اس کے جواب علامہ زرقانی فرماتے ہیں (الزرقانی ۶: ۲۱۶)

وجوابه کما انه اذا تیم ما قاله لو کانت ارواحهم مفارقة
لاجسادهم فی قبورهم لیس کذلك بل هم احیاء فی قبورهم
بحیاة حقیقیة یاکلون ویشربون ویتمتعون فیها وخروجهم
من القبور ومجیئهم لها لیس الخروج المقتضی للبعث
بل هو کخروج الانسان من منزله لحاجة یقتضیها

ویعود الیہ فلا یعد بذلک مفارقالہ والذی یعد مفارقا بحیث لا یعود الیہ الی یوم القیامۃ۔

پھر اسی کے ص ۳۳۵ پر فرماتے ہیں۔

وجعلوا من ادلۃ حیاتہ علی الدوام وان لا تفارقہ روحہ ابدا۔

یعنی انہیں جب حیات دوام حاصل ہے اور حیات بھی حقیقی ہے تو ظاہر کہ روح اور بدن ایک دوسرے سے جدا تو نہیں ہیں لہذا قبروں سے ان کا نکلنا ایسا نہیں جیسے مردے کا جی اٹھنا بلکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی ضرورت کے تحت گھر سے نکلے اور کام کر کے گھر لوٹ آئے۔

(۴) زرقانی ص ۳۳۲

ومنہا انہ حی فی قبرہ قال البیہقی لان الانبیاء بعدما قبض ردت الیہم ارواحہم فہم احیاء عند ربہم الی ان قال وکذلک الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون وروی ابو یعلی والبیہقی عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون وروی احمد ومسلم والنسائی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب وھو قائم یصلی فی قبرہ ولہذا قیل لا عدۃ علی ازواجہ لانہ حی فتزوجہن باقیۃ

(۵) شفاء السقام ص ۲۰۲ امام سبکی فرماتے ہیں

وقد اجمع اہل السنۃ علی اثبات الحیاۃ فی القبر قال

امام الحرمین فی الشامل اتفق سلف الامۃ علی اثبات عذاب القبر و احیاء الموتی فی قبورھم و رد ارواحھم فی اجسادھم الی ان قال ان احیاء المکلفین فی القبور و سؤالھم جمیعاً لا خلاف فیہ بین اھل السنۃ۔

(۶) ایضاً صـ۲۰۳

العلم والسماع ھما شرطان بالحیاۃ قد وردت بھا الاخبار الصحیحۃ فیجب التصدیق بھا و یقطع بان الحیاۃ تعود الی المیت اما انہ ھل یموت بعد ذلک موتۃ ثانیۃ لم یرد فی الاحادیث التصریح بذلک

(۷) نور الایمان صـ۱۴ مولانا عبد الحلیم لکھنوی

وھو صلی اللہ علیہ وسلم احیاہ اللہ تعالیٰ بعد موتہ حیاۃ تامۃ و استمرت تلک الحیاۃ الی الآن وھی مستمرۃ فی المستقبل۔۔۔ و مشارکھا الانبیاء صلوات اللہ علیھم اجمعین وھو حی بالحیوۃ الکاملۃ مع الاستغناء عن الغذاء

یعنی حضور کی حیاۃ تامہ ہے دائمی ہے نماز پڑھتے ہیں سلف امت کا اس پر اجماع ہے۔ اہل السنۃ میں سے کسی ایک نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا اور تعجب کی بات ہے کہ کچھ لوگ آج اس حقیقت کا انکار بھی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل السنۃ بھی کہتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی صحیح حقیقت معلوم کر لینا ضروری امر ہے چنانچہ علامہ سبکی نے کچھ وضاحت کی ہے۔

شفاء السقام صـ۱۳۰

من ادعی ان قبر النبی و غیرهم من المسلمین سوا فقد اتی
امرا عظیما انقطع ببطلانه وخطائه فیه وفیه حط لدرجة
النبی الی درجة من سواه من المسلمین و ذلك كفر بیقین
فان من حط درجة النبی صلی الله علیه وسلم عما علیه
ویجب له فقد كفر۔

(۲) نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ۱: ۳۱۶

وقد حرم الله جسده علی الارض واحیاه فی قبره
کسائر الانبیاء. وقد رأیت بعض الکتب ان السلف
اختلفوا فی کفر من قال ان النبی لما نقلت روحه لدا
الا علی تغیر بدنه وروی ان وکیع بن جراح حدث
عن اسمعیل بن ابی خالد ان رسول الله لما توفی لم
یدفن حتی ربا بطنه وانثنی خنصره واخضرت اظفاره
لانه صلی الله علیه وسلم توفی یوم الاثنین وترك
للیلة الاربعاء لاشتغالهم بامر الخلافة واصلاح
امر الامة وحکمته ان جماعة من الصحابة قالوا لم یمت
فاراد الله ان یریهم آیة الموت فیه. ولما حدث
وکیع بهذا بمکة رفع الی الحاکم العثمانی فاراد صلبه علی
خشبة نصبها له خارج الحرام فشفع فیه سفیان بن
عیینة واطلقه ثم ندم علی ذلك ذهب وکیع الی المدینة
فکتب الحاکم لاهلها اذا قدم الیکم فارجموه حتی یقتل
فابرد له بعض الناس بریدا اخبره بذلك فرجع لکوفة

خیفتہ من القتل . . . . وکان المفتی بقتل عبد المجید من رداو وقال سفیان لایجب علیہ القتل وانکر ھذا الناس و قالوا دانا نعتق الشھداء نقل من قبورہ بعد اربعین سنۃ فوجدو طبا ولم تتغیر منہ شیئ فکیف بسید الشھداء صلی اللہ علیہ وسلم وھذہ مسئلۃ قبیحۃ لاینبغی التحدث بھا۔

ان دو اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) جو شخص یہ کہے کہ انبیاء اور بقایا مخلوق موت کے بعد برابر ہیں یا موت کے بعد نبی کے بدن اور روح کا تعلق اور بقایا مخلوق کے بدن عنصری اور روح کے تعلق میں کوئی فرق نہیں ۔

(۲) جو شخص یہ کہے کہ موت کے بعد انبیاء کے بدن متغیر ہو جاتے ہیں تو ایسے شخص کے متعلق دو حکم شرعی ہیں اول یہ وہ شخص قطعی کافر ہو گیا ۔ دوسرا یہ کہ وہ واجب القتل ہے اس دوسرے حکم میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ آیا کفر اور قتل دونوں سزاؤں کا مستحق ہے یا صرف قتل ہی واجب ہے اور یہ دونوں اس بنا پر مرتب ہوتے کہ ایسے شخص نے نبی کی توہین کی ۔ نبی کی کسی صفت کی توہین کفر ہے نبی کے لباس اس کے بال حتی کہ اس کے جوتے کی توہین بھی کفر ہے ۔

حیرت ہے کہ جو لوگ اتنی جرأت کر لیتے ہیں اور برملا کر لیتے ہیں کہ مرنے کے بعد نبی غیر نبی بلکہ مسلمان کافر سب ایک جیسے ہوتے ہیں بس مر گئے مٹی ہو گئے

(معاذ اللہ)

امام رازی نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے ۔

من اذی شعرۃ من شعرات تلک الحجرۃ من تعلق الکفر (تفسیر کبیر ص۲۰۳)

علامہ انور شاہ کاشمیری نے خزائن الاسرار (ص۱۹) میں حجاج بن یوسف کے کفر کے متعلق لکھا ہے۔

وفی الکامل للمبرد ومما کفر بہ الفقہاء الحجاج انہ رای الناس یطوفون حول حجرۃ رسول اللہ فقال انما تطوفون باعواد ورمۃ قلت وانما کفروہ بہذا لان فی ہذا الکلام تکذیبا لرسول اللہ نعوذ باللہ من اعتقاد ذلک فانہ صح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء اخرجہ ابوداؤد۔

یعنی حجاج نے اس ایک صحیح حدیث کی تکذیب کی تو فقہاء نے اس پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیا اور یہاں یہ عالم ہے کہ ایک چھوڑ کئی حدیثوں کا انکار ہی نہیں استہزاء بھی ہے اور اپنے آپ کو صرف معیاری مسلمان سمجھنے ہی کفایت نہیں کرتے بلکہ جو ان لوگوں کی طرح توہین انبیاء اور تکذیب حدیث کی جرأت نہ کر سکے اس کو کافر کہتے ہیں اور یہ شغل تکفیر آجکل جوبن پر ہے۔

آئیے کلیجے پر پتھر رکھ کر یہ منظر بھی دیکھ لیں۔

ان "اصلی" "مسلمانوں" اور ان "سکہ بند اہل سنت" کے ایک بزرگ نے ایک کتاب اربعین کے نام سے لکھی ہے اور اس میں چالیس حدیثیں جمع کی ہیں اور ہر حدیث بیان کرنے کے بعد اپنے قلم کی جولانی کچھ اس انداز سے دکھاتے ہیں کہ

من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید کا سماں نظر آتا ہے

(۱) اربعین ص۳۰ "حیات انبیاء کا عقیدہ یہودیوں کا تھا مسلمان گویا ان

کے تابع ہیں" اب پلٹ کے ان آیات احادیث اور فقہاء محدثین مفسرین کے بیان پڑھیے جنہوں نے صاف صاف لکھا ہے کہ حیات انبیاء کا عقیدہ اہل السنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جھوٹ بولنے کا بھی سلیقہ ہوتا ہے مگر جسے ہر حال بولنا ہی ہو وہ سلیقہ کی پرواہ کب کرتا ہے۔

(۲) اربعین ص ۴۲: جس قبر کی پوجا کی جائے چاہے نبی کی ہو یا غیر نبی کی بمنزلہ بت کے ہے جیسے بت نہیں سنتا نہیں دیکھتا اور جواب نہیں دیتا ہے۔ اسی طرح قبر میں دفن کئے گئے بزرگ"

یہ بڑا اس لئے ماری کہ جو لوگ روضہ اطہر کے پاس جا کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں وہ بت پرست ہیں اور نبی کریم کی قبر بت ہے اور نبی بھی بت ہیں (معاذ اللہ)

(۳) مسالک العلماء ص ۹۷

• موت کے بعد نبی ولی، مومن، کافر کے ساتھ تعلق روح واتصال روح مساوی اور برابر ہے۔

(۴) اربعین ص ۴۹: رسول خدا نے منع فرمایا کہ میری قبر پر (یعنی روضہ اطہر پر) حاضری نہ دینا اور نہ آنا۔

(۵) ذرا تفصیل درکار ہو تو ندائے حق ص ۲۸۳، ص ۲۸۴ مطالعہ فرمالیجئے

(۶) ندائے حق ص ۲۷۹: رد سلام سو وہ بر حق ہے مگر قضیہ مطلقہ عامہ ہے وہ نہ دائمہ مطلقہ نہ ضروریہ مطلقہ جس کا مطلب یہ ہے کہ رد سلام نہ ضروری ہے نہ دائمی ہے ہاں بالفعل ہے اور مشیت ایزدی پر موقوف ہے"

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں کہ رد سلام برحق" کون سلام کا جواب دیتا ہے آپ کے بڑے بزرگ تو اربعین کے ص ۴۲ پہ فرما رہے

ہیں کہ قبر میں دفن کئے ہوئے بزرگ (نبی ہو یا ولی) نہ سنتا ہے نہ جواب دیتا ہے
جھوٹے گواہ بھی شہادت دینے سے پہلے بیان ملا لیا کرتے ہیں کہیں اختلاف نہ
ہو جائے اور مقدمہ ہار کر مادی نقصان نہ اٹھانا پڑے ان لوگوں سے سبق سیکھنا
ہوتا مگر اس کی فکر وہ کرے جسے ایمان کی دولت کی قدر ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ نماشی علم کے زور سے جہالت کا ریکارڈ مات
کیا جا رہا ہے جیسے کوئی جھوٹا آدمی چیخ چیخ کر بات کرتا ہے کہ اس کی آواز
کی بلندی اس کے جھوٹ پر پردہ ڈال سکے اور وہ سچ معلوم ہو سکے منطق جاننے
والے دنیا سے نابود نہیں ہو گئے۔

سنئے قضیہ مطلقہ عامہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ موضوع کو ہر سہ زمانوں میں سے
کسی زمانہ میں حکم حاصل ہو جائے گا جیسے زید ضاحک بالفعل یعنی زید کو ماضی حال
یا استقبل میں سے کسی زمانہ میں ضحک حاصل ہو جائے گا تو نیلوی صاحب کا مطلب
یہ ہے کہ جو لوگ نبی کریم کے روضۂ اطہر پر جا کر درود و سلام پڑھتے ہیں وہ
فی الحال تو نبی کریم نہیں سنتے ہاں کسی وقت سن لیں گے یعنی آواز زبان سے
نکل رہی ہے اس وقت تو نہیں سنتے ہاں جب سنانے والا چپ ہو جائے گا تو
سنیں گے یا پڑھنے والے سے پہلے ماضی میں سن لی ہو۔ جب اس نے درود و سلام
پڑھا ہی نہیں تھا۔

معلوم ہوتا ہے نیلوی صاحب سائنس کی جدید ترین تحقیق سے بھی واقف
ہیں کہ ہماری آواز یعنی ہر بات فضا میں گم نہیں ہو جاتی بلکہ ایتھر میں محفوظ
ہوتی رہتی ہے اس لئے تحقیق جاری ہے کہ یہ محفوظ آوازیں ریکارڈ کرنے
کا انتظام ہو جائے اس تحقیق سے ہزاروں برس پہلے کی باتیں معلوم کی جا
سکیں گی بہر حال علم آخر علم ہی ہے منطق ہو یا سائنس اور کسی مقام پر

ان کی سرحدیں مل جائیں تو بعید بھی نہیں۔

پھر نیلوی صاحب نے ایک قید اپنی طرف سے بڑھائی کہ "مشیت ایزدی پر موقوف ہے" اچھا یہ تو درست ہے ہر کام مشیت ایزدی پر ہی موقوف ہے مگر مشیت ایزدی کو اپنی مشیت کا پابند کر دینا کونسی منطق ہے آپ کی مشیت یہ ہے کہ اب نہ سنیں پھر کبھی سنتے ہیں اس لئے مشیت ایزدی بھی اسی طرح ہونی چاہیئے کہ اب نہ سنیں، حدیث کے الفاظ سے تو قضیہ مطلقہ عامہ ہرگز نہیں بن سکتا ہاں پیوند کاری سے کام لیں تو اور بات ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں من صلی علی عند قبری سمعتہ، یہ مادہ قضیہ موجبہ کلیہ دائمہ مطلقہ میں سے ہے یا ضروریہ مطلقہ میں سے مفہوم حدیث یہ ہے کل من صلی علی عند قبری سمعتہ بالدوام او بالضرورۃ

قضیہ ضروریہ مطلقہ وہ ہوتا ہے جس میں ثبوت محمول کا موضوع کے لئے ضروری جب ہے جب تک ذات موضوع کی متصف ہو وصف عنوانی موضوع سے جیسا کل انسان حیوان بالضرورۃ یعنی جب تک انسان وصف انسانیت سے موصوف ہے اس کے لئے حیوانیت ضروری ہے۔

اور دائمہ مطلقہ وہ ہوتا ہے جس کے لئے ثبوت محمول کا موضوع کے لئے دائمی ہو جیسا کہ کل فلک متحرک بالدوام۔ یعنی ہر فلک جب تک فلک ہے اس کے لئے حرکت دائمی ہے۔

تو حدیث کا مفہوم ظاہر ہو گیا کہ جب روضہ رسولؐ کے پاس کوئی درود پڑھتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ لا یخلو ولا تذھب الوقت من الاوقات الا یصلی علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بالدوام او بالضرورۃ اب بتایئے یہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے یا دائمہ مطلقہ۔ اگر حضور اکرمؐ یہ

درود کسی کسی وقت پڑھا جاتا تو مطلقہ عامہ ہوتا مگر جب صلوٰۃ و سلام حضور اکرم ﷺ پر ہر وقت پڑھا جاتا ہے تو سماع بھی ہر وقت ضروری اور دائمی ہے۔

کیوں صاحب منطق کے زور سے حدیث رسول کا تمسخر اڑانا بھی کوئی منطق کی قسم ہے؟ آدمی درود و سلام اب پڑھ رہا ہے اور نیلوی صاحب کی منطق کے مطابق ممکن ہے دس سال بعد نبی کریم ﷺ سنیں اور "رد سلام بر حق" کا موقعہ خدا جانے کب آئے

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر جان زنی یارے بود

اولیاء اللہ کا
بیداری میں انبیاء کرام کی زیارت کرنا
اور ہمکلام ہونا

یہ حقیقت قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہو گئی کہ بعد موت برزخ میں انبیائے کرام کی حیات تامہ ہوتی ہے دائمی ہوتی ہے اور بالکل ایسی جیسے دینوی زندگی ہے فرق اتنا ہے کہ کھانے پینے اور اس سے متعلق دوسری ضروریات سے مستغنی ہوتی ہے۔ اس سے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ اولیاء کرام کو خرق عادت کے طور پر انبیائے کرام کی زیارت بھی ہو سکتی ہے اور ان سے ہمکلام بھی ہو سکتے ہیں۔

آئندہ صفحات میں ایسے شواہد پیش کیے جائیں گے کہ معاملہ صرف ہو سکنے کا نہیں بلکہ واقعتہً ہوتے ہیں۔

(۱) الحاوی للفتاوی علامہ سیوطی۔ وتفسیر روح المعانی ۲۲: ۳۵

انه علیه السلام (ای عیسیٰ بن مریم) یاخذ الاحکام من نبینا صلی صلی اللہ علیه وسلم شفاها بعد نزوله وهو صلی اللہ علیه وسلم فی قبره الشریف وایده بحدیث ابی یعلی والذی نفسی بیده لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال یا محمد لاجیبنه

یعنی حضرت عیسیٰؑ جب نازل ہوں گے تو حضور اکرمؐ کی قبر شریف پر حاضر ہوں گے حضورؐ سے ہم کلام ہوں گے تو احکام لیں گے حضورؐ جواب دیں گے اور بالمشافہ گفتگو ہو گی۔

(۲) روح المعانی ۲۲: ۳۵۔

وجوزان یکون ذلک بالاجتماع معہ علیہ السلام روحانیۃ ولابدع فی ذلک فقد وقعت رؤیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ لغیر واحد من الکاملین من ھذہ الامتہ والاخذ منہ یقظۃ قال الشیخ سراج الدین بن الملقن فی طبقات الاولیاء قال الشیخ عبد القادر الکیلانی قدس سرہ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الظھر فقال لی یا بنی لم لا تکلم قلت یا ابتاہ انا رجل اعجم کیف اتکلم علی فصحاء بغداد فقال افتح فاک ففتحتہ فتفل فیہ سبعا وقال تکلم علی الناس وادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ فصلیت الظھر وجلست وحضر فی خلق کثیر فارتج علی فرایت علیا کرم اللہ وجہہ قائما بازائی فی المجلس فقال لی یا بنی لم لا تکلم قلت یا ابتاہ قد ارتج علی فقال افتح فاک ففتحتہ فتفل فیہ ستا فقلت لم لا تکملھا سبعا فقال ادبا لرسول اللہ ثم تواری عنی۔

یعنی یہ کوئی علمی بحث نہیں کہ ہو سکتا ہے یا نہیں بلکہ امر واقعہ ہے کہ شیخ عبد القادر الکیلانی بیان کرتے ہیں حضور اکرمؐ کی زیارت قبل ظہر ہوئی گفتگو بھی ہوئی۔

(۳) ایضاً ۲۲، ۳۵۔

وقال ایضا فی ترجمۃ الشیخ خلیفہ بن موسی النھرملکی کان کثیر الرؤیۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقظۃ ومناما فکان یقال ان اکثر افعالہ یتلقاہ منہ صلی اللہ علیہ وسلم یقظۃ ومناما ورآہ فی لیلۃ واحدۃ سبع عشرۃ مرۃ۔

۴۔ ایضاً :۔ وقال الشیخ تاج الدین بن عطاء اللہ فی لطائف المنن قال رجل للشیخ ابی العباس المرسی یا سیدی صافحنی بکفک ھذہ لقیت رجالا وبلادا فقال واللہ ما صافحت بکفی ھذہ الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال الشیخ لو حجب عنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عددت نفسی من المسلمین ومثل ھذہ النقول کثیر من کتب القوم جدا۔

۵۔ روح المعانی ۲۲: ۳۶۔

اخرج البخاری :۔ واخرج ابوداؤد ومسلم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رأنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی واخرج الطبرانی مثلہ واخرج الدارمی مثلہ من حدیث ابی قتادہ وقال ھذا الحدیث یدل علی ان من یراہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فسیراہ فی الیقظۃ الی ان قال وقد ذکر من السلف والخلف وھلم جرا ممن کانوا رأوہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم وکانوا ممن یصدقون بھذا الحدیث فراوہ بعد ذلک فی الیقظۃ وسالوہ عن اشیاء کانوا منھا متشوشین فاخبرھم بتصریحھا ونص لھم علی الوجوہ التی منھا یکون فرجھا فجاء الامر کذلک بلا زیادۃ ولا نقصان۔

یعنی حضور اکرمؐ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔ اور سلف وخلف میں اس حدیث کے عملا تصدیق کرنے والے بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے بیداری میں حضورؐ کی زیارت کی اور بعض ایسے مسائل پوچھے جن کے متعلق انہیں تشویش تھی

۶۔ روح المعانی ۲۲: ۳۸ بحوالہ امام غزالیؒ۔

ثم انهم وهم فی یقظة انهم یشاهدون الملائکة وارواح الانبیاء ویسمعون الکلام منهم واصواتا ویقتبسون منهم فوائد ثم یترقی الحال من مشاهدة الصور والامثال الی درجات یضیق منها نطاق النطق الی ان قال اذا حصل للانسان طہارة النفس وتزکیة القلب وقطع العلائق وحسم مادة اسباب الدنیا من الجاہ والمال والمخلطة بالجنس والاقبال علی اللہ تعالیٰ بالکلیة علما دائما وعملا مستمرا کشفت له القلوب ورای الملائکة وسمع کلامهم واطلع علی ارواح الانبیاء والملائکة وسماع کلامهم ممکن للمؤمن وعقوبة للکافر والظاهر من کلامهم ان الاجتماع بهم والاخذ منهم لایکون الا للکاملین ذوی النفوس القدسیة۔

یعنی یہ مشاہدہ ممکن ہے ہاں تزکیہ قلب، قطع علائق اور علماً و عملاً ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف قلبی توجہ رہنے سے یہ چیز حاصل ہوتی ہے۔

(۷) المنقذ من الضلال صہ ۵۰۔

ومن اول الطریقة تبتدی المشاهدات والمکاشفات حتی انهم فی الیقظة یشاهدون الملائکة وارواح الانبیاء ویسمعون منهم اصواتا ویقتبسون منهم فوائد۔

(۸) ایضاً صہ ۵۹۔

قال الشیخ الکبیر لو حجب عنی رسول اللہ علیه وسلم طرفة عین ما عددت نفسی من الموحدین۔

(۹) مقدمہ المنقذ من الضلال۔

وقال سیدی الشیخ محمد ابو المواهب الشاذلی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال لی عن نفسه لست بمیت وانما موتی عبارة عن تستری

عمن لا یفقه عن اللہ تعالیٰ واما من یفقہ عن اللہ تعالیٰ فہا انا اراہ ویرانی۔

یعنی شیخ شاذلی نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ کی زیارت کی حضورؐ نے فرمایا میں مردہ نہیں ہوں میری موت کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوں جن کو اللہ تعالے فہم وبصیرت عطا نہیں فرمائی ورنہ اہل فہم وبصیرت تو مجھے دیکھتے ہیں اور میں انہیں دیکھتا ہوں۔ یعنی باہمی ملاقات ہوتی ہے۔

علامہ شعرانی نے طبقات الکبریٰ (۲، ۵۸) میں شیخؒ کا قول بعینہ انہی الفاظ میں بیان فرمایا۔

(۱۱) طبقات الکبریٰ ۲، ۳، شیخ شاذلی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وکان رضی اللہ عنہ کثیر الرویا لرسول اللہ وکان یقول قلت لرسول اللہ ان الناس یکذبوننی فی صحۃ رؤیتی لک فقال رسول اللہ وعزت اللہ وعظمتہ من لم یؤمن بہا اوکذبک فیہا لا یموت الا یہودیا اونصرانیا او مجوسیا۔

(۱۲) ایضاً ۲، ۷۵ شیخ شاذلی کے متعلق لکھتے ہیں۔

کان یقول نعل رسول اللہ فی فمی فقلت یارسول اللہ ما فائدۃ ھذا النعل فقال لا تنفعل بعدھا علی طریقتی الا ویبرا۔

صاحب روح المعانی کاملین کے مذکورہ بالا واقعات بیان کرنے کے بعد ایک بات لکھ گئے ہیں۔

ثم انی اقول بعد ھذا کلہ ان ما نسب الی بعض الکاملین من ارباب الاحوال من رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ وسوالہ والاخذ عنہ لم نعلم وقوع مثلہ فی الصدر الاول الخ۔

(روح المعانی ۲۲، ۳۸، ۳۹)

یعنی جو کچھ صوفیہ کاملین کی طرف منسوب ہے کہ بیداری میں زیارت رسولؐ ہونا ہے۔ ان سے ہمکلام ہونا - ان سے مسائل پوچھنا وغیرہ اس قسم کی باتوں کا ثبوت دور صحابہ میں نہیں ملتا۔ ظاہر ہے کہ سلاسل اربعہ کی انتہا حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی پر ہوتی ہے ان سے یہ چیز عمومی طور پہ منقول نہیں ۔

یہاں ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا! پھر اس کیوں؟ کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ اس تفاوت میں حکمت کیا ہے ؟ تو اس کا تفصیلی جواب ہماری کتاب دلائل السلوک میں چھٹے اعتراض کے جواب میں ص ۱۹۳ تا ص ۲۰۰ مطالعہ کیا جائے ۔

دوسری قسم یہ ہے کہ جب دور صحابہ میں ایسا نہیں ہوا تو صوفیہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ غلط ہے اور ناممکن ہے۔ "کیوں" کی یہ قسم ان لوگوں کی زبان پہ آتی ہے۔ جو یا تو تصوف و سلوک اور اولیاء اللہ کے مقام و مرتبہ کے منکر ہیں یا وہ لوگ کہتے ہیں جو منکر تو نہیں مگر خود اس نعمت سے محروم ہیں اس لیے ان کی انا کو ٹھیس لگتی ہے۔ یا وہ لوگ کہتے ہیں۔ جنہیں کچھ قرآن و حدیث کا علم نہیں اور اصول سے ناواقف ہیں ۔

ایسے لوگوں کے لیے جواب یہ ہے کہ

۱۔ جیسے فقہ میں ہر مسئلہ کی ہر جزئی نص سے ثابت کرنا محال ہے اسی طرح معاملہ یہاں بھی ہے۔ اس لیے صرف یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی کوئی اصل ہے یا نہیں۔ جب اصل ہے تو جواز ثابت ہو گیا۔ اذا جاء النقل ذھب العقل۔ جب شرعی اصل جائے تو عقلی موشگافیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں ۔

روح سے کلام ہونا، عذاب وثواب کا معلوم ہونا۔ ملائکہ کو دیکھنا ان سے کلام کرنا۔ روح سے فیض ملنا وغیرہ ایسی باتیں ہیں کہ کتب احادیث بھری پڑی ہیں اصولی طور پر تو ایک حدیث معراج ہی تمام مسائل کے جواب میں کافی ہے۔

(۲) کاملین صوفیہ نے اپنے متعلق جو بیان کیا ہے یا جن اکابر علماء نے ان کے متعلق حالات بیان کیے ہیں۔ ان کو ناقابل تسلیم خیال کرنا صرف اسی شخص کا کام ہے جو ان حضرات کے تعلق باللہ سے ناواقف ہے اور ان واقعات کو افسانوی حیثیت صرف وہی دے سکتا ہے جو نرا ادیب ہو اور بس۔

طبقات الکبریٰ میں علامہ شعرانی نے شیخ ابوعثمان ولی اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ومن العباد من تولی اللہ تربیتہ بنفسہ بغیر واسطۃ ومنھم من تولاہ بواسطۃ بعض اولیاءہ ولو میت فی قبرہ فیربی مریدہ وھو فی قبرہ ویسمع مریدہ صوتہ من القبر، ومن عباد اللہ. یتولا اللہ تربیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفسہ من غیر واسطۃ بکثرۃ صلوتھم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان رضی اللہ عنہ یقول سمعت شیخنا اباعثمان رضی اللہ عنہ یقول بالدرس علی رؤس الاشھاد لعن اللہ من انکر علی ھذا لطریق ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل لعنۃ اللہ علیہ وکان یقول من اعترض علی ھذا الطریق لاینفع ابدا وسمعت شیخنا اباعثمان یقول انما جاءت الم نشرح لک صدرک من بعد واما بنعمۃ ربک فحدث اشارۃ الی ان من حدث بالنعمۃ فقد شرح اللہ صدرہ کانہ یقول تعالیٰ اذا حدثت بنعمتی ونشرتھا فقد شرحت صدرک۔

(طبقات الکبریٰ ۲، ۲۰۲)

(۳) تذکرۃ الرشید ج ۲ ۲۶۶

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے خورد سالہ بچوں کا خیال آیا۔ پدری شفقت نے جوش مارا دل میں صدمہ ہوا تو اسی وقت جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں "تو کاہے کا فکر کرے ہے" جیسے تیری اولاد ویسے میری اولاد" آپ کو اطمینان ہو گیا

(۴) تذکرۃ الرشید ج ۲ ۱۹۷

"بندہ کو آنکھیں بند کرنے کی حاجت نہیں ہے میرا حاجی یعنی حاجی امداد اللہ صاحب کے ساتھ بہ سول یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کی اجازت اور مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی تعلق رہا۔ یعنی بغیر آپ کے حکم کے کوئی کام نہ کرتا تھا۔"

۵ - جذب القلوب ص ۲۳۷ اور القول البدیع ص ۱۷۳

ایک ولی اللہ کا واقعہ درج ہے کہ ان پر قرض ہو گیا۔ ادا نہ ہو سکا۔ تو قرض خواہ نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر دیا۔ قاضی نے حکم دے دیا کہ فلاں تاریخ کو رقم عدالت میں پیش کرو۔ تین ہزار دینار کی رقم تھی۔ ولی اللہ سخت پریشان ہوا۔ اس حالت پریشانی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جاؤ میرا سلام کہو اور کہو کہ رسول خدا نے فرمایا کہ یہ رقم دے دے دل میں خیال آیا کہ وزیر میری بات کیسے مان لے گا۔ دوسرے دن بھی حضور نے یہی فرمایا تیسرے دن فرمایا کہ وزیر کو یہ کہنا کہ تم ہمیشہ بعد نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے پانچ ہزار بار درود شریف حضور اکرم پر بھیجتے ہو۔ اس

کا علم اس کے بغیر کسی کو نہیں۔ جب وہ ولی اللہ وزیر کے دروازے پر پہنچا
وزیر کو پیغام دیا تو کہا۔ "مرحبا برسول رسول اللہ حقا" بعد ازاں سہ ہزار
دینار برمن بیاورد وگفت این را در قضائے دین خود بدہ وسہ ہزار دیگر
آورد وگفت این را نفقہ عیال خود کن وسہ ہزار دیگر داد کہ این را سرمایہ تجارت
خود کن ومرا سوگند داد کہ رابطہ مودت از من قطع نہ کنی۔"

اس قسم کے ہزاروں واقعات تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں۔ مگر ۔۔

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ان حقائق کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس کا ذہن مادیات سے آگے
کچھ سوچ نہ سکتا ہو۔ اور جس کی نگاہ مادیت سے ماورا کچھ دیکھ نہ سکتی ہو
اور جس کا قلب مادیات کی دلدل میں پھنس کر روح کی قوت اور اس کی
وسعت سے آشنا نہ ہو سکا ہو۔

صفیر شاہباز آں کم شناسد
کہ گوشش با طنین پشہ خو کرد

کیونکہ

کرگساں را رسم و آئیں دیگر است   سطوت پرواز شاہیں دیگر است

ان عقیدۃ سماع الموتیٰ واجب لان سماع الموتیٰ ثبت بالاجماع
وکل حکم یثبت بالاجماع الایمان بہ واجب فھذا عقیدۃ
سماع الموتیٰ واجب۔ الایمان بحیاۃ الانبیاء واجب لان حیاتھم
تثبت بالاجماع والتواتر وکل شیئ یثبت بالاجماع والتواتر فالایمان بہ واجب
لصف الایمان بحیاۃ الانبیاء واجب الانکار بحیاۃ الانبیاء کفر لان حیاتھم
ثبتت بالاجماع والتواتر وکل حکم یثبت بالاجماع والتواتر فانکارہ کفر
لصف انکار حیاۃ الانبیاء کفر کما قال مولانا ادریس کاندھلوی فی درس البخاری
والترمذی وکما فی نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض فی الجلد الاول

افاداتِ حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب دامت برکاتہم

مرتبہ

حافظ عبد الرزاق ایم اے

دلائل السلوک کامل	مجلد	۲۰/-
حیاتِ برزخیہ	”	۲۰/-
صوفی ازم انگلش ترجمہ دلائل السلوک		۲۰/-
اسرار الحرمین		۳/-
انوار التنزیل	غیر مجلد	۲/-
تفسیر آیاتِ اربعہ	”	۳/-
تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین		۱/-
ثباتِ رسولؐ	غیر مجلد	۱/-
حیات النبیؐ		زیر طبع
دیدارِ حبیبؐ چند روز		۲/-
دین و دانش	غیر مجلد	۲/-
راہ نوردِ شوق		۲/-
تعارف سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ		”
رسالہ ارشاد		سہ ماہی

سول ایجنٹ

مدنی کتب خانہ، لاہور

ناشر: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان
منارہ ضلع جہلم